اس شمارے میں

اس شمارے میں	شاہد رضا	۳
قرآنیات		
سورۃ التوبہ (۹)	جاوید احمد غامدی	۴
معارف نبوی		
کھانے اور پینے کے بارے میں روایات	امین احسن اصلاحی	۱۴
سیر و سوانح		
ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ	شبلی نعمانی	۳۶
وفیات		
حاجی رشید الدین انصاری	امین احسن اصلاحی	۴۵
ادبیات		
خلافت فاروقی	شبلی نعمانی	۴۷

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شاہد رضا

اس شمارے میں

''قرآنیات'' میں حسب سابق جناب جاوید احمد غامدی کا ترجمۂ قرآن ''البیان'' شائع کیا ہے۔ اس اشاعت میں سورۂ توبہ (۹) کی آیات ۱۰۰-۱۱۲ کا ترجمہ اور مختصر حواشی شامل ہیں۔ گذشتہ آیات میں حقیقی معذورین اور بدوی منافقین کا ذکر تھا، جبکہ ان آیات میں السابقون الاولون اور ان کے پیرووں کی تحسین فرماتے ہوئے ان کو فوز عظیم کی بشارت اور شہری و بدوی منافقین کو عذاب عظیم کی وعید سنائی ہے۔ پھر مخلص تائبین کی توبہ کی قبولیت اور ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض ہدایات دی گئی ہیں، اور بعض کا معاملہ مؤخر فرما دیا ہے۔ پھر مسجد ضرار اور اس کے بانیین کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے سبب جن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

''معارف نبوی'' میں کھانے اور پینے کے بارے میں ''موطا امام مالک'' کی چند روایات کا انتخاب شامل ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، صحابۂ کرام کے اقوال اور امام مالک کے فتویٰ اور چند بلاغات* پر مشتمل ہیں۔

''سیر و سوانح'' میں علامہ شبلی نعمانی کا مضمون شائع کیا ہے۔ اس میں انھوں نے درس نظامیہ کے بانی ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ کے بعض اوصاف و خدمات کو بیان کیا ہے۔

''وفیات'' میں ''حاجی رشید الدین انصاری'' کے زیر عنوان مولانا امین احسن اصلاحی کا مضمون شامل کیا ہے۔ اس میں انھوں نے مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ کے برادر حقیقی اور ''مدرسۃ الاصلاح'' کے ناظم کے بعض محاسن و خدمات کو بیان کیا ہے۔

''ادبیات'' میں علامہ شبلی نعمانی کی ایک نظم ''خلافت فاروقی'' شامل اشاعت ہے۔ اس میں انھوں نے عام الرمادہ، یعنی قحط کے سال کا منظر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ادائیگیِ فرائض اور صفت رحمت و عجز کو بیان کیا ہے۔ اس میں ضعیف عورت کا معروف واقعہ بھی منظوم بیان کیا ہے۔

---

* یعنی وہ روایات جنھیں امام مالک نے بغیر سند کے 'بلغه' یا 'بلغنی' یا 'بلغنا' کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التوبہ

(۹)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

مہاجرین و انصار کے اُن لوگوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور وہ بھی جنھوں نے خوبی کے ساتھ اُن کی پیروی کی ہے[۲۶۵]۔ اللہ نے اُن کے

۲۶۵؎ یہ اب عام مسلمانوں اور منافقین، دونوں کے سامنے نمونے اور مثال کی حیثیت سے اُن لوگوں کو پیش کر دیا ہے جو پیغمبر کے ساتھیوں میں گل سر سبد اور اصل سرمایہ تھے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...فرمایا کہ اِس امت کا ہراول دستہ مہاجرین و انصار میں سے وہ سابقون اولون ہیں جنھوں نے سب سے پہلے نبی کی دعوت پر لبیک کہی، جو اُس وقت اسلام کی طرف بڑھے، جب ایک قدم بھی اُس کی طرف بڑھنا گونا گوں مزاحمتوں کا مقابلہ کیے بغیر ممکن نہ تھا اور جو اُس وقت نبی کی حمایت و مدافعت کے لیے اٹھے، جب اُس کی حمایت و مدافعت تمام احمر و اسود سے لڑائی مول لینے کے ہم معنی تھی۔

دوسرے درجے پر وہ لوگ ہیں جو اگرچہ اولیت و اسبقیت کا درجہ تو حاصل نہ کر سکے، تاہم اُنھوں نے پورے اخلاص اور پوری راست بازی سے سابقین اولین کے نقش قدم کی پیروی کی۔ اِس پیروی میں اُنھوں نے کسی

فِيهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔۱۰۰

نمایش، کسی مصلحت، کسی غرض یا کسی نوع کے تذبذب اور نفاق کو دخیل نہیں ہونے دیا۔ ایک مرتبہ بڑھ کر اُنھوں نے پیچھے مڑنے کا نام نہیں لیا۔ جن سے کٹنا تھا، اُن کو کاٹا تو اِس طرح کہ کوئی تسمہ لگا نہیں رہنے دیا اور جن سے جڑے تو اِس طرح نہیں کہ:

منہ پھیر کر اِدھر کو اُدھر کو بڑھا کے ہاتھ

بلکہ اِس طرح جڑے کہ:

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اِسی خلوص و صداقت اور ظاہر و باطن کی اِسی کامل ہم آہنگی اور ہم رنگی کو یہاں 'اِحْسَان' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ 'اِحْسَان' کے معنی ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ کسی کام کو کمال حسن و خوبی سے انجام دینے کے بھی ہیں۔

...فرمایا کہ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ اُن سے اِس لیے راضی ہوا کہ وہ اپنے بندوں سے حق کی راہ میں جو صبر و ثبات، جو عزیمت و استقامت، جو جاں بازی و سرفروشی چاہتا ہے، اُس کا اُنھوں نے حق ادا کر دیا اور اُنھوں نے اللہ اور رسول سے جو عہد باندھا، زندگی کے تمام نشیب و فراز میں، تمام مزاحمتوں اور مخالفتوں کے علی الرغم، پوری خوبی سے اُس کو نبھایا۔ اُن کے رب نے اُن کو جو قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائیں، اُن کو اُنھوں نے درجۂ کمال تک پروان چڑھایا اور اُن کو اپنے رب ہی کی رضا طلبی میں صرف کیا۔ شیطان کو اُن میں ساجھی بننے کا، اپنے امکان کی حد تک کوئی موقع نہیں دیا۔

اللہ سے اُن کے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اُن کے ساتھ جو معاملہ کیا، اُس کو ہر رنگ میں اُنھوں نے اُس کے عدل، اُس کی حکمت اور اُس کی رحمت پر محمول کیا۔ اُن کو اگر کوئی افتاد پیش آئی تو اُس کو اُنھوں نے اپنی کسی خامی کا علاج سمجھا، کوئی مشکل پیش آئی تو اُس کو صبر و عزیمت کا امتحان جانا، سکھ ملا تو دل و جان سے اُس کے شکرگزار ہوئے، دکھ ملا تو صابر و مطمئن رہے، کسی حال میں بھی اپنی امید کے چراغ کو اُنھوں نے گل نہیں ہونے دیا۔ طوفان اٹھے، بجلیاں چمکیں، بلکہ کبھی کبھی برق خرمن سوز سارے خرمن کو جلا کر خاکستر بھی کر گئی، لیکن اُن کے نفس

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ
لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾
وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

تمھارے اردگرد جو بدوی رہتے ہیں، اُن میں بھی بہت سے منافق ہیں اور مدینہ والوں میں بھی۔ وہ اپنے نفاق میں طاق ہو چکے ہیں۔ تم اُن کو نہیں جانتے، ہم اُن کو جانتے ہیں[۲۶۶]۔ اُنھیں عنقریب ہم دو مرتبہ سزا دیں گے[۲۶۷]۔ پھر وہ ایک عذاب عظیم کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔ ۱۰۱

(اِن کے علاوہ) کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ اُنھوں نے ملے جلے عمل کیے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے۔ امید ہے کہ اللہ اُن پر توجہ فرمائے، اِس لیے کہ اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے[۲۶۸]۔ تم اُن کے مالوں کا صدقہ قبول کر لو[۲۶۹]، اِس سے تم اُنھیں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مطمئنہ کو کوئی چیز بھی ہلا نہ سکی۔ وہ بدستور 'رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً' کی چٹان پر جما رہا اور بالآخر اُس نے 'فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ' کی ابدی بشارت حاصل کی۔'' (تدبر قرآن ۳/۶۳۵)

۲۶۶؎ یہ مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہے کہ اِن کے معاملے میں ہوشیار رہو اور منافقین کو بھی کہ دوسرے تمھیں پہچاننے میں دھوکا کھا سکتے ہیں، لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ تم کیسے بھگل بنائے ہوئے ہو۔

۲۶۷؎ یعنی ایک مرتبہ مسلمانوں کے ہاتھوں اور دوسری مرتبہ عالم برزخ میں، جب دنیا سے رخصت ہوں گے۔

۲۶۸؎ یہ لوگ منافق نہیں تھے۔ تاہم کمزوریوں میں ضرور مبتلا تھے۔ چنانچہ تبوک کے موقع پر بھی اِن سے کمزوری صادر ہوئی، لیکن جیسے ہی متنبہ کیے گئے، اِنھیں سخت ندامت ہوئی اور باتیں بنانے کی کوشش کرنے کے بجائے اِنھوں نے صدق دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کیا کہ اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا اور کہا کہ ہم پر خواب وخور حرام ہے، جب تک اللہ ورسول کی طرف سے معاف نہ کر دیے جائیں*۔ اِنھیں بشارت دی گئی ہے کہ اِن کے اعمال اچھے رہے تو امید ہے کہ اللہ اِن کی توبہ قبول

* تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۲/ ۵۰۵۔

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ

پاکیزہ بناؤ گے اور اُن کا تزکیہ کرو گے[۲۷۰] اور اُن کے لیے دعا کرو، اِس لیے کہ تمھاری دعا اُن کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے[۲۷۱]۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اُن کے صدقات کی پذیرائی فرماتا ہے اور (نہیں جانتے کہ) اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے[۲۷۲]۔ (اُن سے) کہہ دو کہ عمل کرو، اب اللہ اور اُس کا رسول اور

فرمائے گا۔ اِس سے قیامت کی جزا وسزا کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح کے لوگ ہیں جن کے بارے میں توقع کی جا سکتی ہے کہ وہاں بھی کسی سزا کے بغیر ہی معاف کر دیے جائیں گے۔

۲۶۹؎ یعنی وہ صدقہ جواب یہ اپنے گناہوں کی تلافی کے لیے کریں گے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ توبہ اور تطہیر کے لیے سب سے زیادہ موثر چیز اللہ کی راہ میں انفاق ہی ہے۔

۲۷۰؎ آیت میں تطہیر اور تزکیہ کے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...قرآن میں اِن دونوں کے مواقع استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ’تطہیر‘ میں غالب پہلو ظاہری اور باطنی نجاستوں اور رذائل سے پاک کرنے کا ہے اور تزکیہ میں رذائل سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں اور خوبیوں کو نشوونما دینے اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرنے کا مفہوم بھی شامل ہے۔“ (تدبر قرآن ۳/۶۳۹)

۲۷۱؎ پیچھے منافقین کے بارے میں فرمایا تھا کہ نہ اُن کے صدقات قبول کیے جائیں گے اور نہ پیغمبر اُن کے لیے دعا و استغفار کریں گے، بلکہ اُن میں سے کوئی مر جائے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھیں گے۔ یہ اُس کے برعکس ہدایت کی گئی ہے کہ اُن لوگوں کے لیے رحمت و برکت کے یہ سب دروازے کھول دیے جائیں جنھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے۔

۲۷۲؎ اوپر خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اب یہ براہ راست اِن لوگوں کو توبہ اور توبہ کے لیے صدقہ و انفاق کی ترغیب ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِاللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ
حَکِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾
وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًام بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا

(اُن کے) ماننے والے تمھارے عمل کو دیکھیں گے اور تم جلد اُس کے حضور پیش کیے جاؤ گے جو تمام کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تمھیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔۱۰۲-۱۰۵

(اِسی طرح) کچھ دوسرے ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے فیصلے تک ٹھیرا ہوا ہے۔ وہ اُنھیں سزا دے گا یا اُن کی توبہ قبول کرے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔[۲۷۳] ۱۰۶

اور جنھوں نے ایک مسجد بنائی ہے[۲۷۴]۔ اِس لیے کہ (اسلام کو) نقصان پہنچائیں اور کفر کو تقویت دیں

۲۷۳؎ آگے آیت ۱۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین آدمی تھے۔ روایتوں میں اِن کے نام کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع بیان ہوئے ہیں۔ تبوک کے موقع پر جو کمزوری اِن سے صادر ہوئی، اُس کا اِنھوں نے بھی نہایت سچائی کے ساتھ اعتراف کر لیا تھا، مگر اللہ نے اپنے علم و حکمت کے تقاضے سے اِن کا معاملہ موخر کر دیا اور فرمایا کہ ابھی دیکھیں گے کہ اِنھیں سزا دی جائے یا معاف کیا جائے۔ اِس کے صاف معنی یہ تھے کہ یہ زیر عتاب ہیں اور اللہ ابھی اِن سے راضی نہیں ہوا۔ اِس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ جس درجے اور مرتبے کے یہ لوگ تھے، اُس کے لحاظ سے اِس طرح کی کمزوری اِن سے متوقع نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر اپنی اِس غلطی کا اُس شدت کے ساتھ اِنھوں نے احساس بھی نہیں کیا، جس شدت کے ساتھ اُس کا احساس اِنھیں کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ تزکیہ و تطہیر کے لیے اِن کا معاملہ موخر کر دیا گیا۔

۲۷۴؎ اِس جملے میں خبر محذوف ہے۔ آگے 'وَلَیَحْلِفُنَّ' کا جملہ اُسی پر عطف ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''یہ منافقین کے سب سے زیادہ شریر گروہ کا ذکر ہے۔ اِن لوگوں کی جس شرارت کی طرف یہاں اشارہ ہے، وہ یہ ہے کہ اگرچہ مدینہ میں دو مسجدیں پہلے سے موجود تھیں، ایک مضافات شہر میں مسجد قبا، دوسری شہر کے اندر مسجد نبوی، لیکن اِنھوں نے اپنے مفسدانہ اغراض کے لیے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی ایک الگ مسجد بنائی۔ مقصود تو اِن کا یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں وہ کرنا چاہتے تھے، اُس کے لیے ایک اڈا مہیا کریں، لیکن اُس کو نام مسجد

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور اُن لوگوں کے لیے ایک کمین گاہ فراہم کریں جو اِس سے پہلے خدا اور اُس کے رسول کے ساتھ برسر جنگ رہے ہیں، (وہ بھی آئیں گے) اور (آ کر) قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی چاہی تھی[۲۷۵]، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ تم اُس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ وہی مسجد اِس کی حق دار[۲۷۶] ہے کہ تم اُس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جس کی بنیاد اول دن سے (خدا کے) تقویٰ پر قائم کی گئی ہے[۲۷۷]۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند

کا دیا تا کہ اِس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر اپنی دین داری کی دھونس بھی جمائیں اور اپنے مقاصد بھی پورے کر سکیں۔ اُس کو مسلمانوں کی نظروں میں مقبول اور مقدس بنانے کے لیے اِنھوں نے یہ کوشش بھی کی کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں ایک مرتبہ نماز پڑھ دیں تا کہ اُس کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں وہی احترام حاصل ہو جائے جو مسجد قبا کو حاصل ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے اغراض مشؤمہ بھانپ کر پہلے تو اِن کو ٹال دیا، پھر جب اُس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہو گئیں تو اُس میں نماز پڑھنا تو الگ رہا، آپ نے تبوک سے واپسی پر اُس کو گروا بھی دیا*۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۶۴۱)

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

۲۷۵؎ مطلب یہ ہے کہ ہمارے پیش نظر تو صرف اتنی بات تھی کہ اللہ کے ذکر اور اُس کی عبادت کے لیے ایک جگہ اور بنا دی جائے اور جو مسلمان اندھیری راتوں یا سردی اور بارش میں مسجد کی دوری کے باعث جماعت کی حاضری سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ بھی جماعت کا ثواب حاصل کر سکیں۔

۲۷۶؎ اصل میں 'اَحَقُّ' کا لفظ ہے، مگر موقع کلام سے واضح ہے کہ یہ نسبت اور تقابل سے مجرد ہو کر آیا ہے۔ عربی زبان میں 'اَفْعَلُ' اِس طریقے سے بھی آتا ہے۔

۲۷۷؎ جملے کا اسلوب بتا رہا ہے کہ اِس سے مسجد قبا مراد ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد ضرار اِسی کے توڑ

* تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۲/ ۵۰۸۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ

کرتے ہیں اور اللہ اُنھی کو پسند کرتا ہے جو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہوں۔[۲۷۸] کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے تقویٰ اور اُس کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک کھوکھلی گگر پر اٹھائی جو گرنے کو ہے اور وہ اُس کو لے کر دوزخ کی آگ میں جا گری؟ اللہ اِس طرح کے ظالموں کو کبھی راہ نہ دکھائے گا۔[۲۷۹] یہ عمارت جو اُنھوں نے بنائی ہے، ہمیشہ اُن کے دلوں میں بے یقینی کی بنیاد بنی رہے گی، الّا یہ کہ اُن کے دل ہی ٹکڑے ہو جائیں۔[۲۸۰] اللہ سب کچھ جانتا ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔ ۱۰۷-۱۱۰

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ (پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کر کے) ایمان لائے ہیں، اُن کے جان و مال اللہ نے جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے

پر بنائی گئی تھی۔*

۲۷۸؎ اِس میں، اگر غور کیجیے تو مسجد قبا کے نمازیوں کی تعریف کے ساتھ مسجد ضرار کے مفسدین پر تعریض بھی ہے کہ یہ ظاہر و باطن، دونوں میں آلودۂ غلاظت ہیں اور اللہ اِس طرح کے لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہے۔

۲۷۹؎ یعنی اُس منزل کی راہ نہ دکھائے گا جو قیامت میں اہل ایمان کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

۲۸۰؎ یہ تعلیق بالمحال کا ایک خوب صورت اسلوب ہے۔ ہم اپنے محاورے میں کہتے ہیں کہ یہ داغ اب کپڑے

---

* تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۲/ ۵۰۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

ہیں[۲۸۱]۔ یہ اللہ کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے، تورات اور انجیل اور قرآن میں[۲۸۲]۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہو۔ سو اِس سودے پر خوشی مناؤ جو تم نے اللہ سے کیا ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، شکر کرنے والے ہیں، (خدا کی راہ میں) سیاحت کرنے والے ہیں، (اُس کے آگے) رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں، بھلائی کی تلقین کرنے والے ہیں، برائی سے روکنے والے ہیں اور حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے ہیں[۲۸۳]۔ (وہی سچے مومن ہیں) اور (اے پیغمبر)، اِن مومنوں کو خوش خبری دے دو[۲۸۴]۔ ۱۱۱-۱۱۲

کے ساتھ ہی جائے گا۔ اِسی طرح فرمایا ہے کہ 'اِلَّآ اَنْ تُقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ'۔

۲۸۱؎ اسلام کی حقیقت یہی بیع و شرا ہے، لیکن یہاں خاص طور پر اِس کا حوالہ اِس لیے دیا ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں اِس بیع و شرا کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اُس کے ماننے والے منکرین حق کے لیے خدا کے عذاب کا تازیانہ بن جائیں اور اُن کو ماریں، خواہ اُن میں سے بعض اِس کے نتیجے میں خود بھی مارے جائیں۔ پیچھے جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے، اُن کے نفاق کا اصلی سبب یہی تھا کہ وہ خدا سے اپنے جان و مال چراتے تھے۔ چنانچہ واضح کر دیا ہے کہ پیغمبر کے ہاتھ پر جو بیعت کی جاتی ہے، اُس کا سب سے بڑا تقاضا اِس وقت خدا کی راہ میں قتال ہی ہے۔

۲۸۲؎ یعنی جان و مال کی قربانی کے عوض جنت کا وعدہ۔ انجیل میں جس چیز کو آسمانی بادشاہی سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ یہی ہے۔ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو جو بادشاہی دنیا میں حاصل ہوتی ہے، وہ اِسی کی ابتدا ہے۔ تورات کے مترجمین نے اِسی بنا پر ہر جگہ اِسے ایک ایسے ملک پر چسپاں کر دیا ہے، جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے، یعنی فلسطین کی سرزمین جس کے وہ دنیا میں امیدوار تھے۔

۲۸۳؎ اصل میں مبتدا محذوف ہے، یعنی 'هم التائبون'۔ یہ منافقین کے سامنے اُن اوصاف کی وضاحت کر دی

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

ہے، جن کا حامل ہر سچے مومن کو ہونا چاہیے تاکہ وہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ ایمان کے تقاضے کیا ہیں اور کون سا رویہ کفر اور نفاق میں داخل ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''یہاں اہل ایمان کے کردار کے جو اجزا بیان ہوئے ہیں، اُن میں سب سے پہلے توبہ کا ذکر ہے۔ توبہ کے معنی رجوع الی اللہ کے ہیں۔ خدا کی بندگی اور اطاعت کی راہ میں بندے کا پہلا قدم یہی ہے کہ وہ شیطانی راہوں میں ہرزہ گردی چھوڑ کر اپنے رب کی طرف لوٹتا ہے اور اُس کی صراط مستقیم پر چلنے کا عزم کرتا ہے۔ پھر یہی توبہ ہے جو ہر گام پر اُس کو سنبھالتی ہے۔ جب کبھی اُس کا کوئی قدم راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے، یہ توبہ اُس کی دست گیری کرتی اور اُس کو راہ پر لگاتی ہے۔

توبہ کے بعد عبادت کا ذکر ہے۔ یہ خدا کے سب سے بڑے حق کا حوالہ ہے۔ جو بندہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، اُس پر خدا کا اولین حق اُس کی عبادت کا عائد ہوتا ہے اور چونکہ خدا کے سوا کوئی اور اِس حق میں ساجھی نہیں ہے، اِس وجہ سے اِس کا بلاشرکت غیرے ہونا اِس کی صفت لازمی ہے اور ساتھ ہی اطاعت بھی چونکہ اِس کا بدیہی تقاضا ہے، اِس وجہ سے وہ بھی اِس کا جزو لاینفک ہے۔ عبادت کے ساتھ حمد کا ذکر ہے جو تمام عبادات کی روح ہے، اِس لیے کہ نماز اور زکوٰۃ وغیرہ... سب خدا کی شکرگزاری اور اُس کی نعمتوں کے اعتراف کے مظاہر ہیں۔ اگر بندے کے اندر شکرگزاری اور اعتراف نعمت کا جذبہ بطور ایک صفت کے راسخ نہ ہو تو نہ تو وہ عبادت کا حق ادا کرنے پر آمادہ ہی ہوتا ہے اور نہ اُس کی عبادت کے اندر کوئی روح ہی ہوتی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اِس کے بعد سیاحت کا ذکر ہے... یہ اُن تمام سرگرمیوں، مشقتوں اور ریاضتوں کی ایک جامع تعبیر ہے جو آدمی اپنے ظاہر و باطن کی تربیت و اصلاح، دین کو سمجھنے اور سمجھانے، اُس کو پھیلانے اور بڑھانے کے لیے والہانہ اور سرفروشانہ اختیار کرتا ہے اور جن کی راہ میں اپنی زندگی کی لذتیں، راحتیں، امنگیں اور خوشیاں بے دریغ قربان کرتا ہے۔

پھر نماز کا ذکر ہے جس کے لیے 'الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ نماز کا ذکر قرآن میں جہاں جہاں اِس اسلوب سے ہوا ہے، وہاں صرف فرض نمازیں مراد نہیں ہیں، بلکہ خلوت کی نمازیں مراد ہیں۔ یہی نمازیں اُن تمام چیزوں کی محافظ بھی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور یہی اُس ریاضت کو بھی زندگی اور نشوونما بخشتی ہیں جو سیاحت کے لفظ سے تعبیر کی گئی۔

اِس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر ہے۔ اوپر جو باتیں بیان ہوئی ہیں، اُن کا بیش تر تعلق فرد کی اپنی اصلاح و تربیت سے ہے۔ اب یہ اُن کا تعلق قوم اور جماعت کے ساتھ واضح کیا جا رہا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں۔ وہ دوسروں کے خیر و شر سے بے تعلق رہ کر زندگی نہیں گزارتے، بلکہ دوسروں

کی اصلاح وتربیت کے لیے بھی اپنے اندر تڑپ رکھتے ہیں اور اپنی طاقت وصلاحیت کے مطابق اصلاح منکر کا فرض انجام دیتے ہیں۔

آخر میں حفظ حدود اللہ کا ذکر ہے۔ یہ درحقیقت تقویٰ کی تعبیر ہے اور خاتمہ پر ایک ایسی صفت کا حوالہ دے دیا گیا ہے جو سب سے زیادہ جامع ہے۔ یعنی وہ زندگی کے تمام مراحل میں برابر چوکنے رہتے ہیں کہ خدا نے جو حدود قائم فرمائے ہیں، اُن میں سے کوئی حد ٹوٹنے نہ پائے۔ نہ وہ خود کسی حد کو توڑنے کی جسارت کرتے ہیں اور نہ اپنے امکان کی حد تک کسی دوسرے کو اُس کے توڑنے کی اجازت دیتے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۳/ ۶۴۷)

۲۸۴؎ اِس جملے کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ہم نے ترجمے میں اُسے کھول دیا ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امین احسن اصلاحی
ترتیب وتدوین: خالد مسعود-سعید احمد

کھانے اور پینے کے بارے میں روایات

(جَامِعُ مَا جَاءَ فِی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَیْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعِیْفًا اَعْرِفُ فِیْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَیْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِیْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ یَدِیْ وَ رَدَّتْنِیْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِلطَّعَامِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهٗ قُوْمُوْا قَالَ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بِالنَّاسِ وَلَيسَ عِندَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطعِمُهُم فَقَالَتُ اَللّٰهُ وَ رَسُولُهُ اَعلَمُ قَالَ فَانطَلَقَ اَبُو طَلحَةَ حَتّٰى لَقِىَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَاَقبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَ اَبُو طَلحَةَ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّى يَااُمَّ سُلَيمٍ مَا عِندَكِ فَاَتَتُ بِذٰلِكَ الخُبزِ فَاَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَ عَصَرَتُ عَلَيهِ اُمُّ سُلَيمٍ عُكَّةً لَهَا فَادَمَتهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَن يَّقُولَ ثُمَّ قَالَ ائذَن لِعَشَرَةٍ بِالدُّخُولِ فَاَذِنَ لَهُم فَاَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ ائذَن لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُم فَاَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائذَن لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُم فَاَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائذَن لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُم فَاَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائذَن لِعَشَرَةٍ حَتّٰى اَكَلَ القَومُ كُلُّهُم وَشَبِعُوا وَالقَومُ سَبعُونَ رَجُلًا اَو ثَمَانُونَ رَجُلًا.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرے خیال میں آپ بھوک میں مبتلا ہیں۔ کیا تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ انھوں نے چند ٹکیاں جو کی نکالیں، ان کو اپنی اوڑھنی کے کچھ حصہ میں لپیٹا اور میری بغل میں دے دیا اور اوڑھنی کا کچھ حصہ میرے اوپر ڈال دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کے پاس اور لوگ بھی ہیں۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے پوچھا: کھانے پر بلایا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے کہا: چلو۔ سب لوگ چل پڑے اور میں ان کے آگے

آ گئے تھا، یہاں تک کہ میں ابوطلحہ کے پاس آیا اوران کو خبر دی۔ ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا تو نہیں کہ ان کو کھلا سکیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ اوراس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوطلحہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ساتھ گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ام سلیم، لاؤ کیا ہے تمھارے پاس۔ انھوں نے وہی روٹیاں پیش کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو وہ چورا کی گئیں اور ام سلیم نے اپنی چمڑے کی کپی او پر انڈیل دی اوراس کو سالن دار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جو چاہا دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر کہا: کہ دس آدمیوں کو بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر کہا: دس آدمیوں کو بلاؤ۔ آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ، آپ کی اجازت سے انھوں نے کھایا، آسودہ ہوئے اور نکل گئے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دس آدمیوں کو بلاؤ، یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھایا اور آسودہ ہو گئے۔ یہ تمام لوگ ستر یا اسی آدمی تھے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وضاحت

یہ روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتابوں میں بھی آئی ہے، لیکن الفاظ ہر جگہ بدلے ہوئے ہیں۔ زرقانی نے دس روایتوں کا حوالہ دیا ہے اوران سب میں الفاظ مختلف ہیں۔ ان کے خیال میں موقع ایک ہی ہے، البتہ واقعات مختلف ہو سکتے ہیں جن کو اکٹھا کر کے ایک واقعہ بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ بعض محدثین کا خیال ہے کہ ان تمام روایات کے مواقع الگ الگ ہوں گے، حالاں کہ واقعات کا اختلاف اس بات کا قرینہ نہیں ہوتا کہ ان کا موقع الگ الگ ہو۔

بعض روایات کی رو سے یہ واقعہ غزوۂ خندق کے دوران پیش آیا۔ اس روایت میں جَو کی روٹیوں کا ذکر ہے جن کا چورا بنایا گیا اوراس میں گھی یا تیل ملا کر نرم کیا گیا۔ دوسری روایات میں بکری ذبح کر کے شوربے کے ساتھ روٹی کھلانے کا۔ اگر یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے تو مسجد سے مراد مسجد نبوی نہیں ہوگی، بلکہ وہ جگہ ہوگی جہاں سب لوگ نماز کے لیے

جمع ہوتے ہوں گے۔ اس روایت کے مطابق روٹیاں تیار تھیں، جبکہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ مزدوری کے معاوضہ سے غلہ خرید کر پیسا گیا اور اس سے روٹی بنائی گئی۔ روایات میں کھانے والوں کی تعداد کا فرق بھی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ تعداد چالیس تھی۔

باقی رہ گئی یہ بات کہ کھانے میں برکت ہوسکتی ہے تو یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ برکت ہوتی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد اس میں ہر برکت کی توقع ہوسکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات بائبل میں بیان ہوئے ہیں، ان میں بھی ہے کہ بعض اوقات لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی کہ آپ ان کو کھانے کی دعوت دے دیتے۔ ان کا خادم پوچھتا کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟ وہ کہتے کہ تم کھلاؤ گے۔ وقت آنے پر پوچھتے کہ تمھارے پاس کتنی روٹی ہے؟ وہ کہتے: تین یا پانچ۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا معجزہ دکھاتے اور تمام گروہ کھا کر آسودہ ہو جاتا اور اس کے بعد بھی روٹی کے کئی ٹوکرے اٹھائے جاتے۔ لہٰذا پیغمبر کی دعا کی برکت سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِی الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِی الْاَرْبَعَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی اور تین کا کھانا چار آدمیوں کے لیے کافی ہونا چاہیے۔

وضاحت

واقعہ یہ ہے کہ اگر دل میں جگہ ہو تو کھانے میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر دل تنگ ہو تو پھر کھانے کی برکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ ہر روز تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ کھانا اگرچہ دو آدمی کا ہوتا ہے، لیکن تین چار کھا لیتے ہیں۔ روایت کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم ہے، بلکہ یہ ہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ آدمی کے دل میں فیاضی اور وسعت ہو، قناعت اور ایثار ہو، خود غرضی اور طمع نہ ہو۔

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ الْمَكِّیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْلِقُوا الْبَابَ وَ اَوْکِؤُا السِّقَاءَ وَ اَکْفِؤُا الْاِنَاءَ اَوْ خَمِّرُوا الْاِنَاءَ وَ اَطْفِءُوا الْمِصْبَاحَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ غَلَقًا وَلَا یَحُلُّ وِکَاءً وَلَا یَکْشِفُ اِنَاءً وَ اِنَّ الْفُوَیْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَی النَّاسِ بَیْتَهُمْ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے سے پہلے دروازہ بند کرلو، مشکیزہ باندھ دو، برتن ڈھانک دو اور چراغ گل کر دو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، نہ مشکیزہ کا بندھن کھولتا اور نہ برتن کو کھولتا ہے، جبکہ چوہیا لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وضاحت

روزمرہ زندگی سے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایات دی ہیں جو بے حد قیمتی ہیں۔ یہ حکمت کی تعلیم ہے۔ چھوٹی چھوٹی بے پروائیاں بعض اوقات بہت سنگین نتائج تک پہنچا دیتی ہیں۔ لہٰذا آدمی کو محتاط رویہ رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید کی روشنی میں شیطان کو جو اختیار حاصل ہے، وہ بس اتنا ہے کہ صرف وسوسہ اندازی کرے۔ وہ عملاً کچھ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ وہ دلوں میں غلط فہمیاں ڈال کر فتنہ اندازی کرتا ہے۔ اگر اسے عملاً نقصان پہنچانے کا اختیار ہو تو کوئی گھر سلامت نہ رہے۔ اسی حقیقت کی تعبیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

'فُوَیْسِقَه' کا لفظ بہت ہی عمدہ ہے۔ طبیعت پھڑک اٹھی۔ یہ 'فاسقه' (چھنال) کی تصغیر ہے اور حضور نے اس سے مراد چوہیا کو لیا ہے جو گھروں میں بڑے نقصانات کر دیتی ہے۔ گذشتہ زمانے میں اور آج بھی دیہاتوں میں سرسوں کے تیل کے دیے استعمال ہوتے ہیں۔ چوہیا کی غذا اس میں ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جلتی بتی لے اڑتی اور گھر میں آگ لگا دیتی ہے۔

حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ

الْکَعْبِیّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہُ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہُ جَائِزَتُہُ یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ وَ ضِیَافَتُہُ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ وَلَا یَحِلُّ لَہُ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَہُ حَتّٰی یُحْرِجَہُ.

ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ بھلی بات کرے یا چپ رہے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، ایک دن اور ایک رات اس کی خاطر تواضع کرے اور تین دن تک میز بانی کرے۔ اس کے بعد جو ہے، وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے پاس اتنا ٹھہرے کہ میز بان کو تنگ کر دے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وضاحت

زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن نہ فرمایا ہو۔ اس روایت میں زندگی کے بعید گوشوں کے متعلق رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ زبان کھولے تو خیر کے لیے ورنہ خاموش رہے، کیونکہ سارے فتنے زبان کے بے جا استعمال سے جنم لیتے اور بالآخر آدمی کو جہنم میں لے جاتے ہیں۔ فضول بکواس، غیبت، تہمت، تحقیر نہیں کرنی چاہیے۔ کلمہ خیر ہے تو ٹھیک، ورنہ خاموشی اختیار کرنا ہی بھلے لوگوں کا طریقہ ہے۔

اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ پڑوسی کی عزت اور مہمان کی قدر کرے، ورنہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت معتبر نہیں۔ مہمان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے دن اور رات کو آدمی اس کی خاطر تواضع کرے اور اس کے بعد تین دن تک ضیافت کرے، یعنی جو کچھ خود کھاتا ہے، وہ اسے بھی کھلائے۔ اس کے

بعداس کو کھانا کھلانا صدقہ ہے، یعنی وہ مہمان نہیں، بلکہ سائل کے درجہ میں ہوگا۔ مہمان کے لیے آپ نے یہ نصیحت فرمادی کہ وہ اتنا قیام نہ کرے کہ میز بان کی زندگی اجیرن کر دے۔

حَدَّثَنِیُ عَنُ مَالِكٍ عَنُ سُمَیٍّ مَوُلٰی اَبِیُ بَکُرٍ عَنُ اَبِیُ صَالِحِ السَّمَّان عَنُ اَبِیُ ھُرَیُرَۃَ اَنَّ رَسُوُلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیُنَمَا رَجُلٌ یَمُشِیُ بِطَرِیُقٍ اِذِ اشُتَدَّ عَلَیُہِ الُعَطَشُ فَوَجَدَ بِئُرًا فَنزَلَ فِیُھَا فَشَرِبَ وَ خَرَجَ فَاِذَا کَلُبٌ یَلُھَثُ یَأُکُلُ الثَّرٰی مِنَ الُعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدُ بَلَغَ ھٰذَا الُکَلُبَ مِنَ الُعَطَشِ مِثُلُ الَّذِیُ بَلَغَ مِنِّیُ فَنَزَلَ الُبِئُرَ فَمَلَاَ خُفَّہٗ ثُمَّ اَمُسَکَہٗ بِفِیُہِ حَتّٰی رَقِیَ ثُمَّ سَقَی الُکَلُبَ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ فَقَالُوُا یَا رَسُوُلَ اللّٰہِ وَ اِنَّ لَنَا فِی الُبَھَائِمِ لَاَجُرًا فَقَالَ فِیُ کُلِّ ذِیُ کَبِدٍ رَطُبَۃٍ اَجُرٌ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں پایا تو اس میں اتر گیا۔ اس نے پانی پیا اور نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپتا ہوا پیاس کے باعث مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس کو خیال آیا کہ اس کتے کو بھی وہی پیاس ہے جس سے مجھے سابقہ تھا۔ وہ کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھرا اور منہ میں پکڑ لیا، یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ پھر پانی کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ خدمت پسند آئی تو اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ، کیا جانوروں کی خدمت کرنے میں بھی اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جی، ہر زندہ جانور میں کہ جس کے اندر جگر ہے، اس کا اجر ہے۔

وضاحت

بعض اوقات جس جذبے کے تحت کوئی کام کرتا ہے، وہی اس کی اصل فطرت ہوتا ہے۔ جس شخص کا یہ جذبہ تھا کہ کتے کی پیاس دیکھ کر یہ کہے کہ اس کو بھی میرے جیسی پیاس لگی ہے، وہ یقیناً بھلا آدمی ہوسکتا ہے، فاسق و فاجر شخص نہیں

ہوسکتا۔ یہ ہر آدمی کا کام نہیں۔ اس شخص نے ایک ایسی خدمت کر دی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کو معاف کر دیا۔ میرے خیال میں اس طرح کے آدمی نہایت شریف اور بنیادی طور پر نیک ہوتے ہیں۔ ان کے اندر رحم کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے آدمی کی غلطیاں ایسی نہیں ہوتیں کہ اس کو جہنم میں لے جائیں، بلکہ ان کی اس طرح کی نیکیوں سے دھل جاتی ہیں۔

لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ کوئی زانیہ فاسقہ عورت ایسا کام کرے تو بخش دی جائے گی تو بحث پیدا ہوتی ہے۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ اس طرح کے لوگ کبھی توفیق نہیں پاتے۔ جو بھلے لوگ ہوتے ہیں، ان کو ہی اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ کوئی چھوٹی سی نیکی بھی وہ اس شان سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خوشی ان کی بخشش کے لیے کافی ہوتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آدمی کی اس نیکی نے اس کے اچھے اعمال کے پلڑے کو اتنا بھاری کر دیا کہ اس کے گناہوں کا پلڑا مقابلتاً ہلکا ہو گیا۔ جس خلوص سے اس نے نیکی کی، اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اس میں شامل کر کے اس کے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا۔ 'ذالك فضل اللّٰہ یوتیه من یشاء'۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حَدَّثَنِیُ عَنُ مَالِكٍ عَنُ وَهُبِ بُنِ كَیُسَانَ عَنُ جَابِرِ بُنِ عَبُدِ اللّٰهِ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ بَعُثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَاَمَّرَ عَلَیُهِمُ اَبَا عُبَیُدَةَ بُنَ الُجَرَّاحِ وَ هُمُ ثَلَاثُ مِائَةٍ قَالَ وَ اَنَا فِیُهِمُ قَالَ فَخَرَجُنَا حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِبَعُضِ الطَّرِیُقِ فَنِیَ الزَّادُ فَاَمَرَ اَبُوُ عُبَیُدَةَ بِاَزُوَادِ ذٰلِكَ الُجَیُشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزُوَدَیُ تَمُرٍ قَالَ فَكَانَ یَقُوُتُنَاهُ كُلَّ یَوُمٍ قَلِیُلًا قَلِیُلًا حَتّٰی فَنِیَ وَلَمُ تُصِبُنَا مِنُهُ اِلَّا تَمُرَةٌ تَمُرَةٌ فَقُلُتُ وَمَا تُغُنِیُ تَمُرَةٌ فَقَالَ لَقَدُ وَجَدُنَا فَقُدَهَا حَیُثُ فَنِیَتُ قَالَ ثُمَّ انُتَهَیُنَا اِلَی الُبَحُرِ فَاِذَا حُوُتٌ مِثُلُ الظَّرِبِ فَاَكَلَ مِنُهُ ذٰلِكَ الُجَیُشُ ثَمَانِیَ عَشُرَةَ لَیُلَةً ثُمَّ اَمَرَ اَبُوُ عُبَیُدَةَ بِضِلُعَیُنِ مِنُ اَضُلَاعِهِ فَنُصِبَتَا ثُمَّ اَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتُ ثُمَّ مَرَّتُ تَحُتَهُمَا وَلَمُ تُصِبُهُمَا.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی جانب ایک مہم بھیجی اور اس پر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ یہ پوری پارٹی تین سو آدمیوں کی تھی اور میں بھی ان میں شامل تھا۔ کہتے ہیں کہ جب ہم راستے میں ہی تھے تو زاد راہ ختم ہو گیا۔ لشکر کے پاس جتنا غذائی سامان تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کل کا کل جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ کھجور کے دو توشہ دان بنے۔ کہتے ہیں کہ امیر ہمیں روزانہ تھوڑا تھوڑا راشن دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور ہمیں اس میں سے ایک ایک کھجور ملنے لگی۔ میں نے کہا: اس ایک کھجور سے کیا بنتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کی کمی کو اس وقت محسوس کیا جب وہ بھی ختم ہو گئی۔ پھر ہم ساحل پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی کی طرح کی ایک مچھلی پڑی ہوئی ہے۔ لشکر نے اس سے اپنی غذائی ضرورت پورے اٹھارہ دن پوری کی۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں، پھر انھوں نے سواری کے اونٹ پر کجاوہ رکھوایا، پھر وہ سواری ان کے نیچے سے گزاری گئی اور وہ ان پسلیوں کو چھوئی نہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وضاحت

یہ واقعہ سریہ سیف البحر کا ہے۔ زاد راہ ختم ہو جانے پر ایک عظیم الجثہ مچھلی کا ملنا مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد تھی جو غیر متوقع طور پر ان کو حاصل ہوئی اور انھوں نے اٹھارہ روز تک مچھلی کھائی۔ اس زمانے میں آج کل کے فریزر تو نہیں تھے۔ گوشت خشک کر کے رکھتے تھے۔ مچھلی کا بھی اور دوسرے جانوروں کا بھی۔ شریعت میں سمندر کا جانور حلال ہے اور اس کے لیے زندہ پکڑے جانے کی کوئی شرط نہیں۔ ہمارے ہاں فقہا میں دو گروہ ہیں، جو دو انتہاؤں پر ہیں۔ احناف کے ہاں معروف مچھلی کے سوا اور کوئی چیز جائز نہیں، حالاں کہ مچھلیاں بہت بڑی بڑی بھی ہوتی ہیں۔ شوافع کے ہاں شاید چند جانوروں کے سوا باقی سب سمندری جانور جائز ہیں۔ سمندری گھوڑے اور خنزیر، کچھوا اور کیکڑے بھی ان کے مذہب میں حلال ہیں۔ عام تصور دین میں بھی ان کی فقہ میں بڑی وسعت ہے۔ احناف نے بالکل پابند کر دیا ہے۔ میرے خیال میں دونوں میں تھوڑی سی افراط وتفریط ہے۔ اصل میں دیکھا یہ گیا ہے کہ خشکی کے جانوروں میں جیسے ریچھ، سانپ اور بچھو بھی ہیں، اسی طرح پرندے بھی ہیں اور درندے بھی۔ پھر پرندوں میں بھی درندے ہیں، جو گوشت کھانے والے جانور ہیں۔ مذاق سلیم کے ساتھ یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ کون سی چیزیں کھانے کی ہیں اور کون سی

کھانے کی نہیں ہیں۔ چوپایوں میں بہت سے جانور جو جنگل میں پائے جاتے ہیں، مثلاً ہرن، گورخر، نیل گائے وغیرہ، یہ سب مویشی چوپایوں کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح سمندری جانوروں میں بہت سے ہیں جو خشکی کے درندوں (سباع) یا سانپوں کے مشابہ ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو انھی جانوروں کی مانند ہیں جن کو ہم کھاتے ہیں۔ مؤخر الذکر کا کھانا تو بلاشبہ جائز ہے، لیکن جو جانور سانپوں اور بچھوؤں کے مشابہ ہیں، ان کو نہیں کھانا چاہیے۔ علیٰ ہٰذا القیاس سمندری پرندے مچھلیوں کے حکم میں نہیں آتے، بلکہ ان کا ذبح ہونا ضروری ہے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ وہ سمندر میں بھی رہتے ہیں اور خشکی پر بھی رہتے ہیں۔ ان کا دونوں طرف آنا جانا ہوتا ہے۔ ان میں بھی بہت سے پرندے ایسے ہیں کہ جن کے گوشت میں حلت و حرمت کی بحث پیدا ہوتی ہے۔ میں نے سمندر کا سفر کیا ہے اور دیکھا ہے کہ غول کے غول پرندے ہوتے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانے کے نہیں ہیں اور ایسے بھی ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانے کے ہیں۔

باقی رہ گئی یہ بات کہ کیا اتنی بڑی مچھلی ہو سکتی ہے جس کی پسلیوں کو کھڑا کیا جائے تو ان کے نیچے سے اونٹ گزر سکے تو ایسا ہونا بعید نہیں۔ وہیل مچھلیاں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ ان کے پیٹ میں کئی ہاتھی سما سکتے ہیں اور یہ مچھلیاں بعض اوقات سمندروں کے ساحلوں پر مردہ پائی بھی جاتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کوئی ایسی ہی مچھلی مجاہدین کی خوراک بنی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ جَدَّتِهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ كُرَاعَ شَاةٍ مُحْرَقًا.

عمرو بن سعد کی دادی روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین کی بیویو، تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کے لیے حقیر نہ سمجھے، اگرچہ بکری کی ایک جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔

وضاحت

یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی ہے کہ اے مومن خواتین، تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کے لیے اپنے تحفہ کو حقیر نہ جانے، اگرچہ یہ تحفہ بکری کی جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔ بکری کا جلا ہوا کھر یہ ظاہر کرنے کے لیے ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ہو تو یہ نہ سوچنا چاہیے کہ ایسا تحفہ کیا دینا۔ جو کچھ بھی میسر ہو، اس میں سے تحفہ بھیجنا

چاہیے۔ یہ محبت کا اظہار ہے۔ محبت کے اسی اظہار کے لیے دوسری روایت میں آیا ہے کہ تحفے دیا کرو۔ یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ کوئی اچھی سی چیز ہو تو تحفہ بھیجوں۔ اپنے اظہار تعلق کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ بھی ہو بھیجنا چاہیے اور تحفہ وصول کرنے والے کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ کسی بھی تحفہ کو حقیر نہ خیال کرے۔ 'کراع' بکری کے کھر کو کہتے ہیں اور اس کو تیار کرنے کے لیے آگ پر جلاتے ہیں۔ جب اس کا سوپ نکلتا ہے تو وہ کوئی حقیر چیز نہیں ہوتا، وہ قیمتی ہوتا ہے، اگرچہ کھر خود اتنا قیمتی نہیں ہوتا۔ آج کل تو کھر کے بھی اتنے دام ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر ہوتے تو اتنی قیمتی ڈش کبھی نہ کھاتے۔ نفسیاتی طور پر یہ حقیقت ہے کہ تحفے تحائف محبت بڑھانے کا قابل اعتماد ذریعہ ہیں۔

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی بَكْرٍ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ نُهُوْا عَنْ اَكْلِ الشَّحْمِ فَبَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهُ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ یہود کو غارت کرے کہ ان کو چربی کھانے سے منع کیا گیا تو انھوں نے (یہ حیلہ کیا کہ) اس کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

وضاحت

قرآن مجید میں ہے کہ یہود کی سرکشی کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اصر واغلال کی نوعیت کی جو چیزیں ان پر حرام کیں، ان میں چربی بھی تھی، تو انھوں نے یہ طریقہ ایجاد کر لیا کہ چربی بیچ کر اس کی قیمت کھا جاتے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز کھانے کے لیے حرام ہے تو اس کی تجارت کر کے فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے۔ جس چیز کا کھانا ممنوع نہیں، اس کی بیع کی حرمت کی بھی کوئی وجہ نہیں۔

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَانَ يَقُوْلُ يَا بَنِی اِسْرَائِيْلَ عَلَيْكُمْ بِالْمَاءِ الْقَرَاحِ وَالْبَقْلِ الْبَرِّیِّ وَ خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَاِيَّاكُمْ وَ خُبْزَالْبُرِّ فَاِنَّكُمْ لَنْ تَقُوْمُوْا بِشُكْرِهِ.

امام مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فرماتے تھے کہ اے بنی اسرائیل، تمھارے لیے صاف پانی، کھیتی کی سبزی اور جو کی روٹی ہے، یہ کھایا کرو اور گیہوں کی روٹی سے بچو کہ تم اس کا شکر نہیں ادا کر پاؤ گے۔

وضاحت

یہ امام مالک کے بلاغات میں سے ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ بات انھوں نے کہاں سے سنی۔ اس پر نہ ہی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور نہ ہی یہ بات انجیلوں میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معروف اقوال جو انھوں نے سنے، ان میں سے یہ ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام مالک سند کو اہمیت نہیں دیتے، اگر بات مفید ہو تو روایت کر دیتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَوَجَدَ فِيهِ اَبَابَكْرِ الصِّدِّيقَ وَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَسَاَلَهُمَا فَقَالَا اَخْرَجَنَا الْجُوعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَخْرَجَنِی الْجُوعُ فَذَهَبُوا اِلٰى اَبِی الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْاَنْصَارِيِّ فَاَمَرَلَهُمْ بِشَعِيرٍ عِنْدَهُ يُعْمَلُ وَقَامَ يَذْبَحُ لَهُمْ شَاةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكِّبْ عَنْ ذَاتِ الدَّرِّ فَذَبَحَ لَهُمْ شَاةً وَاسْتَعْذَبَ لَهُمْ مَاءً فَعُلِّقَ فِی نَخْلَةٍ ثُمَّ اُتُوا بِذٰلِكَ الطَّعَامِ فَاَكَلُوا مِنْهُ وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسْئَلُنَّ عَنْ نَعِيمِ هٰذَا الْيَوْمِ.

مالک کہتے ہیں کہ یہ بات ان کو پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مسجد میں پایا۔ ان سے پوچھا (کہ کیسے آنا ہوا)؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم بھوک کے ستائے ہوئے نکلے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ مجھے بھی بھوک ہی نے نکالا ہے۔ پھر وہ ابوالہیثم بن التیہان انصاری کے پاس گئے تو ان کے پاس جَو کا آٹا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو بنایا جائے۔ وہ اٹھے کہ مہمانوں کے لیے بکری ذبح کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو دودھ والی سے بچیو۔ انھوں نے ایک بکری ذبح کی اور ٹھنڈا پانی لائے اور اس کا مشکیزہ کھجور کے تنے سے لٹکا دیا۔ پھر کھانا لایا گیا اور اس میں سے سب نے کھایا اور پانی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج جو نعمت نصیب ہوئی ہے، اس کے متعلق قیامت میں تم سے پوچھا جائے گا۔

وضاحت

یہ حدیث امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ لیکن موطا میں یہ امام مالک کے بلاغات میں سے ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس روایت میں کچھ چیزیں قابل غور ہیں۔ ہمارے ہاں تو یہی تین ہستیاں امت کا سرمایہ ہیں۔ روایت کی رو سے ان تینوں کا حال یہ تھا کہ بھوک سے لاچار ہو کر گھر سے نکل پڑیں۔ بھوک تو بلاشبہ لگ سکتی ہے، لیکن یہ کیا کہ کھانے کی طلب میں گھر سے نکل پڑیں۔ آخر مقصد کیا تھا؟ کیا یہ تھا کہ کوئی ہمارے چہرے کو دیکھ کر پوچھے کہ کیا بات ہے تو کہہ دیں کہ خیر نہیں ہے، کچھ کھلاؤ۔ یا یہ کہ کوئی ہماری حالت کو دیکھ کر ہی ترس کھا جائے اور کچھ لا کر کھلا دے۔ یہ باتیں میں اپنے متعلق گمان نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گمان کروں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگتی رہی ہے، لیکن اور کوئی واقعہ ایسا نہیں پایا کہ گھر سے اس مقصد کے ساتھ نکلے ہوں کہ کوئی کھانا کھلا دے۔

علما کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک اور روایت کے مطابق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک پیاس نہیں لگتی تھی، جبکہ اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بھوک نے گھر سے باہر نکالا ہے۔

اسی طرح کی ترمذی کی روایت میں بیان ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا کہ وہ کیسے آئے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے سوچا کہ آپ کی زیارت ہو جائے گی۔ یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ یہاں یہ روایت امام مالک کے بلاغات میں سے ہے، لیکن مسلم میں یہ حدیث

موصول ہے اور اس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام غزوۂ خیبر کے بعد کا ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا یہ حال نہیں رہا تھا کہ ایسی فاقہ کشی پیش آتی ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں تو خیبر کی کافی جائداد آئی تھی۔ دوسرے مسلمان بھی اس زمانہ میں خوش حال ہو گئے تھے۔ لہٰذا روایت میں بیان کی گئی کیفیت امر واقعی کے خلاف ہے۔ اگر یہ بات ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی سے سن کر پچھلے دور کا واقعہ بیان کیا ہے تو انھیں بتانا چاہیے تھا کہ فلاں سے یہ سنا ہے، کیونکہ وہ خود واقعہ کے شاہد نہ تھے۔ ایک ایسے واقعہ کے متعلق جو اس زمانے میں پیش آیا جب وہ مسلمان بھی نہ تھے تو ان کا راوی ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ تینوں اکابر امت بھوکے تھے تو اس وقت کے معاشرے میں یہ کس کے ہاں مہمان بن کر جا سکتے تھے؟ جن صحابی کا نام یہاں لیا گیا ہے، ان کے ہاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا جانا معروف نہیں ہے۔ نیز ان کی شخصیت پر بھی راویوں کا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری روایت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں جانے کا ذکر ہے تو ان کے پاس کھجور کا ایسا باغ نہیں تھا، جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ کھجور کا باغ حضرت ابوطلحہ کے پاس تھا۔ وہاں حضور جاتے تو وہ کھجور اور ٹھنڈا پانی پیش کیا کرتے۔ زرقانی نے روایت کے کئی طریقے نقل کیے ہیں اور ہر ایک میں الگ الگ بیان ہے اور یہ معین نہیں ہوتا کہ یہ کس کا قصہ ہے۔

یہ اس روایت کی مشکلات ہیں۔ جہاں تک واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ پیش آیا ہو گا۔ اور آں حضرت کا یہ فرمانا نہایت برمحل ہے کہ اس نعمت کے متعلق سوال ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہوا کہ اپنے گھر سے بھوکے نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اچھا خاصا گوشت کھلا دیا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَأْكُلُ خُبْزًا بِسَمْنٍ فَدَعَا رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَتْبَعُ بِاللُّقْمَةِ وَضَرَ الصَّحْفَةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ كَأَنَّكَ مُقْفِرٌ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَكَلْتُ سَمْنًا وَلَا لُكْتُ أَكْلًا بِهِ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ لَا آكُلُ السَّمْنَ حَتّٰى يَحْيَا النَّاسُ مِنْ أَوَّلِ مَا يَحْيَوْنَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روغن کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے کہ اہل ذمہ میں سے ایک آدمی کو

(کھانے میں شریک کرنے کے لیے) بلا لیا۔ وہ رکابی میں سے وہ روغن کھانے لگا جو ادھر ادھر کونوں میں لگا لپٹا رہ گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم عرصے سے فاقے میں رہے ہو؟ اس نے کہا کہ نہ میں نے روغن کھایا اور نہ فلاں زمانہ کے بعد سے کسی کو اس کے ساتھ روٹی کھاتے دیکھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میں روغن نہیں کھاؤں گا جب تک لوگوں پر پہلی بارش کا چھینٹا نہ پڑ جائے۔

وضاحت

معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس قحط کے زمانے سے متعلق ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پڑا تھا۔ 'یحیا الناس من اول ما یحیون' کا یہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے کہ جب تک لوگوں کی حالت پہلے جیسی نہ ہو جائے یعنی قحط کی حالت ختم نہ ہو جائے۔ بارش بھی قحط دور کرنے اور زندگی کی ہماہمی کا ذریعہ بنتی ہے، اس لیے میں نے لوگوں پر بارش کا چھینٹا پڑنے کے معنی لیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ذمی کی حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور قحط کے ختم ہونے تک روغن کھانا ترک کر دیا۔ یہ خلیفۂ وقت نے مسلمانوں کے لیے مثال قائم کی۔ اگر ملک کے سربراہ کے دل میں عوام کا واقعی درد ہو تو وہ اپنے اوپر اس طرح کی پابندیاں عائد کرتا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حَدَّثَنِیُ عَنُ مَالِكٍ عَنُ اِسُحٰقَ بُنِ عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ اَبِیُ طَلُحَةَ عَنُ اَنَسِ بُنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ رَاَیُتُ عُمَرَ ابُنَ الُخَطَّابِ وَهُوَ یَوُمَئِذٍ اَمِیُرُ الُمُؤُمِنِیُنَ یُطُرَحُ لَهُ صَاعٌ مِنُ تَمُرٍ فَیَأُكُلُهُ حَتّٰی یَأُكُلَ حَشَفَهَا.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور وہ اس وقت امیر المومنین تھے، کہ ان کے آگے ایک صاع بھر کھجور ڈال دیے جاتے اور وہ ایسے کھجور بھی کھاتے جو خراب ہوتے۔

وضاحت

'حشف' اس کھجور کو کہتے ہیں جو سوکھ کر خراب ہو گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے

جب کھجوریں رکھی جاتیں تو وہ ایسی کھجور بھی کھا لیتے تھے جو قدرے خراب ہوتی۔ ان کا وہ حصہ جو کھانے کے قابل نہ ہوتا، صرف اسی کو پھینکتے۔ ان کے سامنے کھجور پیش کرنے میں بھی رکھ رکھاؤ کا خیال نہیں ہوتا تھا، کیونکہ انھوں نے بالکل سادہ عوامی انداز زندگی اپنا رکھا تھا۔

حَدَّثَنِیُ عَنُ مَالِكٍ عَنُ عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ دِیُنَارٍ عَنُ عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ سُئِلَ عُمَرُ بُنُ الُخَطَّابِ عَنِ الُجَرَادِ فَقَالَ وَدِدُتُّ أَنَّ عِنُدِیُ قَفُعَةً نَأُكُلُ مِنُهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے متعلق ان کا فتویٰ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک ٹوکری میرے آگے رکھ دی جائے کہ ہم اس میں سے کھائیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وضاحت

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جنگل کے شہد اور ٹڈیوں پر گزارا کرتے تھے۔ یہ ضرورت پر منحصر ہے۔ اگر کوئی دوسری چیز میسر نہ ہو تو ٹڈی کھانا ٹھیک ہے۔ جس چیز کو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے کھانے کی خواہش ظاہر کی تو اس کا کھانا بہر حال جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ٹڈی جو ہمارے ہاں آتی ہے، اس میں اور صحرا کی ٹڈی میں بڑا فرق ہوتا ہے، لیکن یہ بات کچھ درست نہیں معلوم ہوتی۔ صرف چھوٹی بڑی کا فرق ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہی وہ چیزیں ہیں جن کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ نے اپنے بعد آنے والے تمام خلفا کو شکست دے دی۔ اب کس کی طاقت ہے کہ آپ کی تقلید کر سکے گا۔

حَدَّثَنِیُ عَنُ مَالِكٍ عَنُ مُحَمَّدِ بُنِ عَمُرِو بُنِ حَلُحَلَةَ عَنُ حُمَیُدِ بُنِ مَالِكِ بُنِ خُثَیُمٍ اَنَّهُ قَالَ كُنُتُ جَالِسًا مَعَ اَبِیُ هُرَیُرَةَ بِاَرُضِهِ بِالُعَقِیُقِ فَاَتَاهُ

قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى دَوَابٍّ فَنَزَلُوْا عِنْدَهُ قَالَ حُمَيْدٌ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِذْهَبْ اِلٰى اُمِّيْ فَقُلْ اِنَّ ابْنَكِ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ اَطْعِمِيْنَا شَيْئًا قَالَ فَوَضَعَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ اَقْرَاصٍ فِيْ صَحْفَةٍ وَ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَ مِلْحٍ ثُمَّ وَضَعَتْهَا عَلٰى رَأْسِيْ وَ حَمَلْتُهَا اِلَيْهِمْ فَلَمَّا وَضَعْتُهَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ كَبَّرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَشْبَعَنَا مِنَ الْخُبْزِ بَعْدَ اَنْ لَمْ يَكُنْ طَعَامُنَا اِلَّا الْاَسْوَدَيْنِ الْمَاءَ وَالتَّمْرَ فَلَمْ يُصِبْ مِنَ الطَّعَامِ شَيْئًا فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ اَحْسِنْ اِلٰى غَنَمِكَ وَامْسَحِ الرُّعَامَ عَنْهَا وَاَطِبْ مَرَاحَهَا وَصَلِّ فِيْ نَاحِيَتِهَا فَاِنَّهَا مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَيُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُوْنُ الثُّلَّةُ مِنَ الْغَنَمِ اَحَبَّ اِلٰى صَاحِبِهَا مِنْ دَارِ مَرْوَانَ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حمید بن مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے رقبے العقیق میں تھا۔ اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ اپنی سواریوں پر آئے اور ان کے پاس اترے۔ حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ تم میری امی کے پاس جاؤ اور کہو کہ بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو کچھ کھلا یئے۔ کہتے ہیں کہ والدہ نے تین ٹکیاں اور کچھ روغن اور نمک رکابی میں رکھا۔ پھر اس کو میرے سر پر رکھا اور میں ان کے پاس لے کر آیا۔ جب میں نے رکابی ان کے آگے رکھی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور کہنے لگے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں روٹی کا کھانا کھلایا، جبکہ پہلے ہماری غذا صرف دو سیاہ چیزیں تھیں، یعنی پانی اور کھجور، اور کھانے کی قسم کی کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب لوگ چلے گئے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے میرے بھتیجے، اپنی بکریوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو، ان کی ناک صاف کیا کرو، ان کے ڈیرے کی خوب صفائی رکھو اور اسی ڈیرے میں نماز پڑھ لیا کرو، کیونکہ یہ جنت کے جانوروں میں سے ہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے، قریب ہے کہ وہ زمانہ آئے کہ بکریوں کا ایک ریوڑ اس کے مالک کو مروان

کے محل سے زیادہ مرغوب ہوگا۔

وضاحت

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ وہ اپنے ماضی کے احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب غربت کا یہ عالم تھا کہ کھانے کے لیے صرف کھجور اور پانی میسر تھے۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ کھانے کو روٹی اور روغن ملتا ہے۔ کھجور اور پانی کے لیے انھوں نے لفظ 'اسودین' (دو سیاہ چیزیں) استعمال کیا ہے، جبکہ پانی سیاہ نہیں ہوتا، البتہ کھجور بالعموم سیاہی مائل ہوتی ہے۔ یہ لفظ کا استعمال علی سبیل التغلیب ہے اور عام بول چال کی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مستقبل کے متعلق ایک پیشگوئی کرتے ہیں کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جس آدمی کو اپنے ایمان کی سلامتی عزیز ہوگی، اسے مروان بن الحکم (اموی خلیفہ) کے محل کا قرب عزیز نہیں ہوگا، بلکہ وہ پسند کرے گا کہ اپنی بکریوں کا ریوڑ پہاڑوں میں جا کر چرائے اور اس طرح اپنی روزی کمائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بکریاں جنت کے جانور ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ پیشین گوئی اور بکریوں کے جنت کے جانور ہونے کے امور کی بنیاد کیا ہے۔ محدثین کا کہنا یہ ہے کہ اس طرح کی تمام روایات میں کوئی صحابی بات اپنے بل بوتے پر نہیں کہہ سکتے۔ لازماً انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہوگا۔ لہٰذا اسی بنا پر ان کا بیان حدیث بن جاتا ہے۔ بعض جگہ تو محدثین کی یہ بات درست بیٹھتی ہے، لیکن کہیں کہیں اس میں تردد ہوتا ہے۔ اس بات کو بطور اصول ماننا آسان نہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ نُعَیْمٍ وَهْبِ ابْنِ كَیْسَانَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ وَمَعَهُ رَبِیْبُهُ عُمَرُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ مِمَّا یَلِیْكَ.

وھب بن کیسان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپ کے ساتھ آپ کے ربیب عمر بن سلمہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور جو تمھارے سامنے ہے، اس میں سے کھاؤ۔

وضاحت

ربیب اس بچے کو کہتے ہیں جو بیوی کا اس کے سابق شوہر سے ہو۔ عمر بن سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ کے بیٹے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پرورش کرتے تھے۔ جب وہ پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ مار رہے ہوں گے تو آں حضرت نے ان کو کھانے کے آداب بتاتے ہوئے فرمایا کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھا کرو اور جب بہت سے لوگ مل کر کھائیں تو ہر ایک کو اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ دوسرے بھی کھا رہے ہیں۔ لہٰذا دست درازی نہیں کرنی چاہیے، اور پلیٹ کے اس حصہ میں سے کھانا چاہیے جو اپنے سامنے ہو۔

بسم اللہ سے مراد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ جو کہا ہے کہ پہلے لقمہ پر بسم اللہ اور دوسرے پر الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پورا پڑھنا چاہیے۔ ہاں شروع میں اگر بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے یا پھر آخر میں پڑھ لے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ اِنَّ لِی يَتِيْمًا وَلَهُ اِبِلٌ أَفَأَشْرَبُ مِنْ لَبَنِ اِبِلِهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنْ كُنْتَ تَبْغِی ضَالَّةَ اِبِلِهِ وَ تَهْنَأُ جَرْبَاهَا وَتَلِطُّ حَوْضَهَا وَ تَسْقِيْهَا يَوْمَ وِرْدِهَا فَاشْرَبْ غَيْرَ مُضِرٍّ بِنَسْلٍ وَلَا نَاهِكٍ فِی الْحَلْبِ.

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ میری نگرانی میں ایک یتیم ہے اور اس کے کچھ اونٹ ہیں، تو کیا میں اس کی اونٹنیوں کے دودھ میں سے کچھ پی سکتا ہوں۔ تو ابن عباس نے اس سے کہا کہ اگر تم اس کے کھوئے ہوئے اونٹ کو تلاش کرتے ہو، خارش زدہ اونٹوں کو تیل ملتے ہو، ان کے حوض کی لپائی کرتے ہو اور ان کی باری کے دن پانی پلاتے ہو تو بے شک پیو، بشرطیکہ ان کے بچے کو نقصان نہ پہنچے اور سارا دودھ نچوڑنے والے نہ بنو۔

وضاحت

قرآن مجید میں یہ اجازت دی گئی ہے کہ حیثیت کے مطابق یتیم کے مال سے اس کا ولی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی اجازت کی روشنی میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اگر یہ تمام خدمات انجام دیتے ہو تو دودھ بھی لے سکتے ہو، بشرطیکہ اونٹنی کے بچوں کو اس سے محروم کرنے والے نہ بنو۔

حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ كَانَ لَا يُؤْتٰى اَبَدًا بِطَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ حَتّٰى الدَّوَاءُ فَيَطْعَمُهُ اَوْ يَشْرَبُهُ اِلَّا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا وَ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ نَعَّمَنَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَلْفَتْنَا نِعْمَتَكَ بِكُلِّ شَرٍّ فَاَصْبَحْنَا مِنْهَا وَ اَمْسَيْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ فَنَسْاَلُكَ تَمَامَهَا وَ شُكْرَهَا لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اِلٰهُ الصَّالِحِينَ وَ رَبُّ الْعَالَمِينَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہشام اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان کے سامنے کوئی چیز کھانے یا پینے کی لائی جاتی، یہاں تک کہ دوا بھی، اور وہ کھاتے یا پیتے تو یہ دعا ضرور کرتے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور ہم کو کھلایا اور پلایا اور نعمت بخشی۔ اے اللہ، تو بہت بڑا ہے۔ اے اللہ، تیری نعمت نے ہم کو پایا ہماری تمام برائیوں کے باوجود اور ہم صبح وشام اس کے خیر سے متمتع ہونے لگے۔ اے اللہ، ہم تجھ سے اس نعمت کا اتمام اور اس کے شکر کی توفیق مانگتے ہیں۔ نہیں ہے کوئی خیر تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ اے نیکوں کے اللہ اور اے عالم کے خدا۔ شکر ہے اللہ کے لیے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی قوت نہیں۔ اے اللہ تو نے ہمیں جو رزق دیا ہے، اس میں برکت دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وضاحت

روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عروہ نے یہ دعا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی، نہ ہی خود انھوں نے اس کا

کوئی حوالہ دیا ہے۔ یہ ان کی اپنی دعا معلوم ہوتی ہے۔ الفاظ کی ترتیب سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے اس کو کوئی مناسبت نہیں۔ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں والی چستی نہیں پائی جاتی۔ بہر حال وہ شکر نعمت کے طور پر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

قَالَ يَحْيٰى سُئِلَ مَالِكٌ هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ غَيْرِ ذِيْ مَحْرَمٍ اَوْ مَعَ غُلَامِهَا فَقَالَ مَالِكٌ لَيْسَ بِذَالِكَ بَأْسٌ اِذَا كَانَ ذٰلِكَ عَلٰى وَجْهِ مَا يُعْرَفُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْكُلَ مَعَهُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ وَقَدْ تَأْكُلُ الْمَرْاَةُ مَعَ زَوْجِهَا وَ مَعَ غَيْرِهِ مِمَّنْ تُؤَاكِلُهُ أَوْمَعَ أَخِيْهَا عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ وَ يُكْرَهُ لِلْمَرْاَةِ أَنْ تَخْلُوَ مَعَ الرَّجُلِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا حُرْمَةٌ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یحییٰ کہتے ہیں کہ امام مالک سے فتویٰ پوچھا گیا کہ عورت کسی غیر محرم یا اپنے غلام کے ساتھ کچھ کھا پی سکتی ہے؟ امام مالک نے کہا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ وہ اس طریقے سے کھائے جو عورت کے لیے معروف ہے۔ انھوں نے کہا کہ عورت کبھی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ اور کبھی کسی دوسرے کے ساتھ جس کے ساتھ اس کا کھانا پینا ہوتا ہے یا اپنے بھائی کے ساتھ کھانا کھالیتی ہے۔ لیکن یہ مکروہ ہے کہ عورت کسی ایسے آدمی کے ساتھ تنہا ہو جس کی اس کے ساتھ حرمت نہیں ہے۔

وضاحت

یہ امام مالک کا فتویٰ ہے کہ نامانوس غیر محرم آدمی کے ساتھ تنہا بیٹھ کر عورت کے کھانے پینے میں حرج ہے۔ لیکن اعزہ واقربا میں سے اور دوستوں میں سے بھی جو اعتماد کے لوگ ہوتے ہیں، اگر کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں تو ان کی موجودگی میں کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نہ ہو تو معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں پردے کے احکام میں اپنے رسالہ میں بیان کر چکا ہوں۔ مزید تفصیل کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ کر لیں۔

شبلی نعمانی

ملا نظام الدین علیہ الرحمۃ

بانی درس نظامیہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آج تمام ہندوستان میں عربی تعلیم کا جو نصاب ہے، وہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، لیکن یہ سخت تعجب ہے کہ اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ نصاب کب بنا؟ اور کس نے بنایا؟ حال کی ایک تصنیف میں اس کو نظام الملک وزیر دولت سلجوقیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، پرانے تعلیم یافتہ اس قدر جانتے ہیں کہ اس کے بانی ملا نظام الدین صاحب لکھنوی ہیں، لیکن اس سے زیادہ ان کو بھی واقفیت نہیں۔

ملا نظام الدین صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اور خصوصاً اس نصاب کے قائم کرنے سے ان کو جو شہرت حاصل ہوئی، اس کے لحاظ سے میں ایک مدت سے اس بات کا آرزومند تھا کہ ان کے مفصل حالات دریافت کروں، لیکن چونکہ ہمارے ملک میں بیوگرفی (سوانح عمری) لکھنے کا طریقہ بہت کم تھا، اس لیے اس آرزو کے پوری ہونے کی بہت کم امید ہو سکتی تھی۔ میر غلام علی آزاد نے ''سبحۃ المرجان'' میں مختصر طور پر ان کا تذکرہ کیا ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ بڑے تلاش سے ایک رسالہ ہاتھ آیا جو مولانا ولی اللہ صاحب فرنگی محلی (محشی صدرا) کی تصنیف ہے اور خاص ملا صاحب مرحوم کے حالات میں ہے، لیکن اس میں اصلی حالات نہایت کم ہیں، البتہ ان کی کرامتوں اور خرق عادات کا ایک بڑا دفتر ہے، وہ اس زمانہ کے کام کا نہیں۔

تاہم بمصداق 'مالا یدرك كله لا يترك كله'، میں ایک مختصر سا خاکہ ان کی سوانح عمری کا ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

خاندان کا حال

لکھنؤ کے اطراف میں جو مردم خیز بستیاں ہیں، ایک مشہور قصبہ سہالی ہے جو لکھنؤ سے اٹھائیس میل ہے۔ یہاں مسلمانوں کے دو مشہور خاندان آباد تھے۔ انصاری جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، عثمانی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد سے۔ ملا صاحب اسی قصبہ کے رہنے والے تھے اور انصاری خاندان سے تھے۔ ان کے والد ملا قطب الدین بہت بڑے مستند عالم تھے اور ان کا حلقۂ درس تمام مشرق ممالک کا قبلہ گاہ تھا۔ عثمانیوں اور انصاریوں میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن عثمانی، ملا صاحب کے گھر پر چڑھ آئے اور ان کو قتل کر کے گھر میں آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ۱۱۰۳ھ میں پیش آیا۔ چونکہ وہ بے گناہ قتل کیے گئے تھے، قوم نے ان کو شہید کا لقب دیا۔ چنانچہ کتب علمیہ میں جہاں ان کا نام آتا ہے، اسی لقب کے ساتھ آتا ہے۔ ملا قطب الدین صاحب کے چار فرزند تھے۔ بڑے صاحب زادے اس وقت دلی میں عالمگیر بادشاہ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ محمد سعید اور ملا نظام الدین مکان پر تھے۔ ملا قطب الدین صاحب کی شہادت کے بعد یہ لوگ بے کسی کی وجہ سے سہالی سے نکل کر لکھنؤ چلے گئے، لیکن یہاں رہنے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ سلطنت تیموریہ کے زمانہ میں چونکہ واقعہ نگاری کا صیغہ نہایت وسعت کے ساتھ قائم تھا اور ملک کا ایک ایک جزئی واقعہ دربار شاہی تک پہنچتا رہتا تھا، لکھنؤ کے واقعہ نگار نے فوراً دربار کو اطلاع دی اور وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ملا صاحب کے صاحب زادوں کو فرنگی محل کے محلّہ میں ایک قطعہ مکان مع عمارات متعلقہ عنایت کیا جائے۔ اطلاع کی تاریخ ۱۴ شعبان ر۳۷ جلوس والا مطابق ۱۱۰۵ھ اور فرمان صادر ہونے کی تاریخ ۱۱ر شوال ۳۸ جلوس والا ہے۔ اس فرمان کی کچھ عبارت ہم آگے نقل کریں گے۔

لکھنؤ میں آباد ہونے کا سبب

ملا نظام الدین صاحب جن کا ہم تذکرہ لکھ رہے ہیں۔ اس وقت پانژدہ (۱۵) سالہ تھے، اس لیے فرمان میں ان کا نام نہیں ہے، بلکہ ان کے دونوں بڑے بھائیوں کا ہے یہ فرمان اب تک اس خاندان میں موجود ہے اور میں نے ایک دفعہ لکھنؤ میں اس کی زیارت کی تھی چنانچہ اس کے ضروری الفاظ اس موقع پر درج کرتے ہیں پیشانی پر عالمگیر کی مہر ہے۔

عالمگیر کا فرمان

دامن میں یہ عبارت ہے:

''دریں وقت میمنت اقتران فرمان والا شان واجب الاذعان صادر شد کہ یکمنزل حویلی فرنگی محل با متعلقہ آن

واقع بلدۂ لکھنؤ، مضاف بہ صوبہ اودھ کہ از امکنۂ نزولی است برائے بودن شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین شہید حسب الضمن مقرر فرمودیم باید کہ حکام و عمال و مصدیان مہمات حال و استقبال و جاگیرداران و کرد ریان آنرا بنام مشار الیہا معاف و مرفوع القلم دانستہ بوجہ الوجوہ مزاحم و معترض نہ شوند و اندرین باب سند مجدد نہ طلبند۔'' (مرقوم غرہ ذیقعد سال سی و ہفتم جلوس والا نوشتہ شد[1])

فرمان کی پشت پر جو عبارت ہے اس کا پہلا فقرہ یہ ہے۔

''شرح یادداشت واقع بتاریخ روز پنج شنبہ ۱۴ شعبان المعظم ۳۷ جلوس والا موافق ۱۱۰۵ھ بمطابق مرداد ماہ برسالہ صدارت و مشیخت پناہ فضیلت و کمالات دست گاہ سزاوار مرحمت و احسان صدر منیع القدر فاضل خان و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلائق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردو کہ بعرض مقدس و معلّی رسید کہ شیخ محمد اسعد و محمد سعید پسران ملا قطب الدین شہید ساکن قصبہ سہالی بسبب شہادت پدر خود قصبۂ مذکور را گذاشتہ جلاوطن گردیدند و کدام مکانہا سکونت ندارند الخ[2]۔''

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

طالب علمی

جس وقت ملا قطب الدین کا خاندان لکھنؤ میں آباد ہوا ملا نظام الدین صاحب کی عمر پندرہ برس کی تھی اور شرح

۱؎ اس وقت میں جس میں سعادت اور نیک بختی جمع ہو گئی ہے یہ عظیم الشان فرمان، جس کی اطاعت لازم ہے، صادر ہو رہا ہے۔ (اور وہ یہ ہے) کہ فرنگی محل کی حویلی، جو شہر لکھنؤ میں واقع ہے، اور صوبہ اودھ سے ملحق ہے اور نیچے والے علاقوں میں واقع ہے، اس سے متعلقہ ایک منزل ملا قطب الدین شہید کے بیٹوں شیخ محمد اسعد و محمد سعید کی رہایش کے لیے مندرجہ ذیل طریقے سے مقرر فرماتے ہیں لازم ہے کہ حکام و عمال اور حال و مستقبل کے اہم امور کا ریکارڈ رکھنے والے اور جاگیردار اس کے احاطے کو مذکوران کے نام معاف اور مرفوع القلم سمجھیں، اور کسی بھی وجہ سے اس میں مزاحمت نہ کریں۔ اور اس بارے میں کوئی نئی سند طلب نہ کریں۔ (تخت نشینی کے ۳۷ ویں سال ذی القعد لکھا گیا)۔

۲؎ اس یادداشت (مذکورہ بالا) کی تشریح جمعرات کے دن بتاریخ چودہ شعبان المعظم والا شان تخت نشینی کے سینتیسویں سال ۱۱۰۵ ہجری میں بمطابق ماہ مُرداد (دیسی مہینوں کے لحاظ سے بھادوں کا مہینا) صدارت و مشیخت پناہ، فضیلت و کمالات دست گاہ، سزاوار مرحمت احسان، صدر منیع القدر، فاضل خان عمل میں آئی۔ اور اس واقعہ کی تحریر کی نوبت درگاہِ خلائق پناہ (بادشاہ سلامت) کے حقیر ترین بندے حسام الدین کے ہاتھوں لکھی جا رہی ہے تا کہ مقدس و معلٰی بارگاہ میں پیشی کے لیے پہنچے کہ شیخ محمد اسعد و محمد سعید، پسران (فرزندان) ملا قطب الدین شہید ساکن قصبہ سہالی جو اپنے باپ کی شہادت کی وجہ سے مذکورہ قصبہ کو چھوڑ کر جلاوطن ہو گئے اور کسی جگہ سکونت پذیر نہیں ہیں....

جامی پڑھتے تھے۔ اگرچہ اس وقت تک اطمینان کی معقول صورت نہیں پیدا ہوئی تھی، تاہم ملا صاحب نے فراغ خاطر کا انتظار نہ کیا اور علوم کی تحصیل جاری رکھی۔ غلام علی آزاد نے ''سبحۃ المرجان'' میں لکھا ہے کہ:

''ملا صاحب نے یورپ کا سفر کیا اور مختلف شہروں میں تحصیل کی۔ اخیر میں لکھنؤ واپس آ کر شیخ غلام نقش بند لکھنوی سے بقیہ کتابیں پڑھیں اور انھی سے سند فضیلت حاصل کی۔ لیکن مولوی ولی اللہ صاحب نے جو مستقل رسالہ ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ابتدائی کتابیں دیوا[۳] میں اور قصبات میں جا کر پڑھیں، لیکن انتہائی کتابیں بنارس میں جا کر حافظ امان اللہ بنارسی سے ختم کیں۔''

فرنگی محل میں آج جو روایت مشہور ہے وہ بھی اس کی موید ہے۔

فراغ تحصیل کے ساتھ ہی ملا صاحب اپنے والد بزرگوار کے مسند درس پر متمکن ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا آستانہ تمام مشرقی ہندوستان کا مرجع بن گیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تصوف

علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہو کر ملا صاحب نے علوم باطنی کی طرف توجہ کی۔ اس وقت حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے فیوض و برکات کا تمام ہندوستان میں غلغلہ تھا۔ ملا صاحب ان کے آستانے پر حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شاہ صاحب موصوف علوم اسلامیہ سے نا آشنا تھے اس لیے تمام لوگوں کو تعجب ہوا۔ یہاں تک کہ علمائے فرنگی محل نے علانیہ ملا صاحب سے شکایت کی۔ ملا صاحب کے تلامذہ میں سے ملا کمال علوم عقلیہ میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے اور چونکہ بے انتہا ذہین اور طباع تھے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، ملا صاحب کی بیعت پر دوبدو گستاخانہ عرض کیا کہ آپ نے ایک جاہل کے ہاتھ پر کیوں بیعت کی۔ اس پر بھی قناعت نہ کر کے شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور فلسفہ کے چند مشکل مسئلے سوچ کر گئے کہ شاہ صاحب سے پوچھیں گے، اور ان کو الزام دیں گے۔ مشہور ہے کہ شاہ صاحب نے خود ان مسائل کو چھیڑا اور ملا کمال کی خاطر خواہ تسکین کر دی، چنانچہ اسی وقت ملا کمال اور ان کے ساتھ بہت سے علما شاہ صاحب کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

شاہ صاحب نے ۱۱۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد ملا نظام الدین نے ان کے خلیفہ سید اسمٰعیل بلگرامی سے باطنی فیوض حاصل کیے۔

---

[۳] دیوا جموں میں دریائے توی کے ساتھ ایک قصبے کا نام بھی ہے جو چھمب اور جوڑیاں کے مغرب میں واقع ہے۔

بیماری اور وفات

ملا صاحب کو ابتدا سے قرحہ کا مرض تھا، لیکن کبھی معالجہ کی طرف توجہ نہ کی۔ اور اخیر عمر میں جب کہ سن شریف ۷۵ برس کو پہنچ گیا نہایت ضعیف ہو کر صاحب فراش ہو گئے اور زنان خانہ میں رہنے لگے، لیکن چونکہ نہایت کثرت سے لوگ بیمار پرسی کو جاتے تھے اور بار بار پردہ کرانے میں گھر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، ملا احمد عبدالحق صاحب نے عرض کیا کہ حضور اگر دیوان خانہ میں تشریف رکھتے تو بہتر ہوتا، ملا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا، دوسرے دن شاہ عبدالغنی صاحب عیادت کو آئے تو ملا صاحب نے یہ مصرعہ ''ہر روز بینم تنگ تر سوراخ این غربالہا'' پڑھ کر فرمایا کہ اچھا میاں عبدالحق ہی کی مرضی پر عمل کرو۔ چنانچہ دیوان خانہ میں اٹھ کر تشریف لائے اور وہیں وفات کی۔

ملا صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ دوسری شادی غالباً اس غرض سے کی تھی کہ پہلی سے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ بیماری کو جب اشتداد ہوا تو زوجۂ اولیٰ ملا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھ سے جو تقصیر ہوئی معاف فرمایئے۔ فرمایا تم نے کوئی تقصیر نہیں کی، البتہ مجھ سے یہ گناہ ہوا کہ تمھارے ہوتے ہوئے دوسری شادی کی، اس جرم کو معاف کر دو۔ تھوڑی دیر کے بعد زوجہ ثانیہ آئیں اور کہا کہ آپ تو تشریف لیے جاتے ہیں اولاد کو کس پر چھوڑے جاتے ہیں؟ ملا صاحب کو سخت رنج ہوا۔ حاضرین سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر بٹھا دو پھر فرمایا کہ نظام الدین تو جاتا ہے، لیکن خدا ہمیشہ رہے گا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تاریخ وفات

آخر نویں تاریخ جمادی الاولیٰ روز چہارشنبہ ۱۱۶۱ھ دوپہر دن چڑھے انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات یہ ہے:

ملک بود و بیک حرکت ملک گشت[۴]

عربی مادہ یہ ہے:

مال العاشق الی المعشوق[۵]

اخلاق و عادات

ملا صاحب ابتدا ہی سے نہایت غنی النفس اور متوکل تھے۔ ان کی علمی شہرت ان کی زندگی میں ہی اس درجہ تک پہنچ

۴؎ مَلِک (بادشاہ) تھا اور ایک زیر زبر کی حرکت سے مَلَک (فرشتہ) بن گیا۔

۵؎ عاشق معشوق کی طرف مائل ہو گیا۔

گئی تھی کہ وہ ذرا سی خواہش کرتے تو ہر قسم کا جاہ و منصب حاصل ہو سکتا تھا، لیکن اس طرف توجہ نہ کی۔ تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے اور نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ امرا اور اہل دول سے بالکل نہیں ملتے تھے، بلکہ اس قسم کے لوگ خدمت میں حاضر ہوتے تو بے التفاتی ظاہر فرماتے۔ شیخ غلام مخدوم کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ ملا صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور بیماری کی وجہ سے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ اتفاقاً امراء میں سے ایک صاحب ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان کے لحاظ سے پلنگ پر سے اتر آنا چاہا۔ ملا صاحب نے فرمایا کہ سفید پوشوں کو دیکھ کر بدحواس کیوں ہوتے ہو، آرام سے لیٹے رہو۔

امراء شاہی میں سے ایک رئیس جو ہفت ہزاری کا منصب رکھتا تھا، ملا صاحب کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن عین نماز کے وقت کہلا بھیجا کہ اگر آپ ذرا انتظار فرمائیں تو میں بھی حاضر ہو کر حضور کی اقتدا کا شرف حاصل کرسکوں۔ ملا صاحب نے ذرا دیر انتظار فرمایا پھر کہا کہ ''نماز خدا کے لیے ہے، اہل دنیا کے لیے نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بے نفسی

لیکن یہ بے نیازی اور بد دماغی امراء اور جاہ پرستوں کے لیے مخصوص تھی ورنہ مزاج میں مسکینی اور تواضع تھی۔ ایک دن ایک ایرانی ابو المعالی نام ملا صاحب کا شہرہ سن کر ملاقات کے لیے آیا۔ ملا صاحب درس گاہ میں چٹائی پر بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ اس نے ایرانی علما کا جاہ و جلال دیکھا تھا، ملا صاحب کی طرف اس کا خیال نہ جا سکا۔ لوگوں سے پوچھا ملا نظام الدین کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مولانا کا حال تو میں نہیں جانتا، لیکن نظام الدین میرا ہی نام ہے۔ اس نے چند فقہی مسائل پیش کیے کہ اہل حق (یعنی شیعہ مذہب والوں) کے نزدیک اس کا کیا جواب ہے؟ ملا صاحب نے اس کا منشا سمجھ کر شیعوں کی روایت کے مطابق جواب دیا۔ نہایت پسند کیا اور کہا کہ ان ہی مسئلوں کو اہل ضلالت (سنیوں) کے مذہب کے موافق بیان فرمائیے۔ ملا صاحب نے سنیوں کی روایتیں بیان کیں۔ وہ عش عش کر گیا اور کہا کہ جس قدر سنا تھا، اس سے زیادہ پایا۔

علما کی نسبت عام شکایت ہے کہ علمی مباحثات سے ہمیشہ ان کو فخر اور امتیاز مقصود ہوتا ہے اور اس لیے وہ کبھی حریف کے مقابلہ میں سکوت اختیار نہیں کرتے، لیکن ملا صاحب اس عیب سے بالکل پاک تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان سے بحث کرنے کے لیے تشریف لائے۔ ملا صاحب نے مسئلہ کی تحقیق بیان فرمائی۔ انھوں نے اعتراض کیا۔ ملا صاحب چپ ہو گئے۔ انھوں نے مشہور کرنا شروع کیا کہ میں نے ملا نظام الدین کو بند کر دیا۔ ملا صاحب کے تلامذہ

کو ناگوار گزرا اور ایک شاگرد نے جا کر ان صاحب کو زور تقریر سے بالکل ساکت کر دیا۔ ملا صاحب کو خبر ہوئی تو اس قدر برہم ہوئے کہ اس شاگرد کو حلقۂ درس سے الگ کر دیا اور کہا کہ میں ہرگز یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے کسی شخص کی شہرت اور عزت میں فرق آئے۔

تصنیفات

ملا صاحب کی تصنیفات کثرت سے ہیں، مثلاً ''شرح مسلم الثبوت شرح منار مسمی بہ صبح صادق''، ''حاشیہ صدرا''، ''حاشیہ شمس بازغہ''، ''حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ''۔ یہ تمام کتابیں بڑے پایہ کی ہیں اور نہایت دقیق تحقیقات پر مشتمل ہیں، لیکن درحقیقت ملا صاحب کی شہرت ان تصنیفات کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان کے طریقۂ درس کے بدولت ہے۔ ملا صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کے تمام اطراف میں بڑے بڑے علما موجود تھے اور ہر ایک کی الگ الگ درس گاہ قائم تھی۔ مثلاً ملا محبّ اللہ بہاری مصنف ''سلّم و مسلّم'' متوفی ۱۱۱۹ھ، ملا جیون مصنف نور الانوار المتوفی ۱۱۳۰ھ، سید عبد الجلیل بلگرامی استاذ غلام علی آزاد المتوفی ۱۱۲۲ھ، میر غلام علی آزاد، بلگرامی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی المتوفی ۱۱۷۴ھ، لیکن ملا صاحب کے حلقۂ درس سے جس رتبہ کے فضلا پیدا ہوئے، وہ خود ان بزرگوں کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ ملا صاحب کے فرزند مولانا عبد العلی کو تمام ملک نے بحر العلوم کا لقب دیا، جو آج تک مشہور ہے اور درحقیقت ہندوستان کی خاک سے کوئی شخص اس جامعیت کا شروع اسلام سے آج تک نہیں پیدا ہوا۔ ملا صاحب کے دوسرے شاگرد ملا کمال اس پایہ کے شخص تھے کہ مولوی حمد اللہ جن کی شرح سلم آج نصاب تعلیم میں داخل ہے، ان ہی کے دامن فیض میں پلے تھے ملا حسن کو بھی ملا صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔

ملا صاحب کے درس نے اس قدر قبولیت حاصل کی کہ ہندوستان میں ہر جگہ سلسلہ بہ سلسلہ انھی کے شاگرد نظر آتے تھے اور لکھنؤ کا فرنگی محل تو علم و فن کا معدن بن گیا جہاں آج تک علمی سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور سینکڑوں اہل کمال پیدا ہو کر پیوند خاک ہو گئے۔ ملا مبین، مولانا ظہور اللہ، مولانا ولی اللہ، مفتی محمد یوسف، مولانا عبد الحکیم، مولانا عبد الحئ صاحب مرحوم جو ہمارے زمانہ میں موجود تھے، ان کی تصنیفیں تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آج جہاں جہاں علوم عربیہ کا نام و نشان باقی ہے اسی خاندان کا پرتو فیض ہے۔ ہندوستان کے کسی گوشہ میں جو شخص تحصیل علم کا احرام باندھتا ہے، اس کا رخ فرنگی محل کی طرف ہوتا ہے۔ میں نے ۱۸۹۶ھ میں جب ملا نظام الدین کے آستانہ کی زیارت کی اور ان کی درس گاہ کو جو ایک مختصر سا بالا خانہ تھا دیکھا تو عجب حیرت ہوئی۔ اللہ اکبر ہمارے ہندوستان کا کیمبرج یہی ہے۔ یہی خاک ہے جس سے عبد العلی بحر العلوم اور ملا کمال پیدا ہوئے۔ افسوس اب یہ کعبہ ویران ہوتا جاتا ہے۔ یا درفتگان

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صرف ایک مقدس بزرگ مولانا نعیم صاحب باقی ہیں جو عبدالعلی بحرالعلوم کے پرپوتے ہیں اور جن کو ہماری سرکار نے شمس العلما کا خطاب دیا ہے۔

درس نظامیہ کے خصوصیات

ملا صاحب کے حالات میں سب سے زیادہ قابل توجہ ان کا مقرر کردہ نصاب ہے جو نظامیہ کے نام سے مشہور ہے اس نصاب کے خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ نصاب میں ہندوستان کے علما کی متعدد کتابیں داخل ہیں، مثلاً ''نورالانوار سلم''، ''مسلم رشیدیہ''، ''شمس بازغہ''، حالانکہ اس سے پہلے یہاں کی ایک تصنیف بھی درس میں داخل نہ تھی۔

۲۔ ہر فن کی وہ کتابیں لی ہیں جن سے زیادہ مشکل اس فن میں کوئی کتاب نہ تھی۔

۳۔ منطق و فلسفہ کی کتابیں تمام علوم کی نسبت زیادہ ہیں۔

۴۔ حدیث کی صرف ایک کتاب ہے یعنی مشکوٰۃ۔

۵۔ ادب کا حصہ بہت کم ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس نصاب میں سب سے زیادہ مقدم خصوصیت جو ملا صاحب کو پیش نظر تھی، یہ تھی کہ قوت مطالعہ اس قدر قوی ہو جائے کہ نصاب کے ختم کرنے کے بعد طالب العلم جس فن کی جو کتاب چاہے سمجھ سکے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ درس نظامیہ کی کتابیں اگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں تو عربی زبان کی کوئی کتاب لاینحل نہیں رہ سکتی بخلاف درس قدیم کے کہ اس سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

اختصار کے لحاظ سے بھی اس نصاب کو نصاب قدیم پر ترجیح ہے۔ ایک متوسط الذہن طالب العلم سولہ سترہ برس کی عمر میں تمام کتب درسیہ سے فارغ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علمائے فرنگی محل میں اکثر اتنی ہی عمر میں فارغ ہو جاتے تھے۔

اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ چونکہ اس میں فقہ کی کتابیں بہت کم ہیں اور جو ہیں ان میں معقولی استدلال سے کام لیا گیا ہے، اس لیے اس نصاب سے وہ تقشّف اور ظاہر پرستی اور مذہب کا بے جا تعصب نہیں پیدا ہوتا تھا جو سطحی فقہا کا خاصا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ فرنگی محل میں جو بڑے بڑے علما پیدا ہوئے ہیں، ان میں کسی نے مذہبی مناظرات کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ شیعہ وسنی کا جھگڑا سب سے زیادہ لکھنؤ میں پیدا ہو سکتا تھا، لیکن یہ صدا دلی سے بلند ہوئی اور گو تمام ملک اس ہنگامہ میں مبتلا ہو گیا اور تحفہ اثناءعشریہ کے فقرے رجز کی طرح مذہبی پہلوانوں کی زبانوں پر چڑھ گئے، تاہم علمائے فرنگی محل اخیر تک اس شورش سے الگ رہے۔ اس نصاب سے اور باتوں کے ساتھ

ملا نظام الدین صاحب کی انصاف پرستی اور فراخ حوصلگی کا بڑا ثبوت ملتا ہے۔ علما میں یہ خصلت بہت کم پائی جاتی ہے کہ ان کو معاصرین کے فضل کا اقرار ہو، لیکن ملا صاحب نے اپنے معاصر علما کی اس وقت عزت کی کہ ان کی کتابیں درس میں داخل کر دیں۔ ''نور الانوار''، ''سلّم و مسلّم'' سب ان کے معاصرین کی تصنیفات ہیں اور درس نظامیہ میں داخل ہیں۔ ملا صاحب کی کسر نفسی اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ اپنی کوئی تصنیف نصاب میں داخل نہیں کی، حالانکہ ان کا کوئی معاصر ان کی ہم سری نہیں کر سکتا۔

اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ موجودہ درس جو نظامیہ کے نام سے مشہور ہے، دراصل درس نظامیہ نہیں ہے۔ اس میں بہت سی کتابیں ایسی اضافہ ہو گئی ہیں جو ملا نظام الدین صاحب کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں مثلاً ''ملا حسن''، ''حمد اللہ''، ''حاشیہ''، ''غلام یحییٰ''، ''قاضی مبارک''۔ اگرچہ ہمارے نزدیک ضروریات زمانہ کے لحاظ سے درس نظامیہ میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہے، لیکن اس مضمون میں ہم اس بحث کو نہیں چھیڑتے اور اسی تحریر پر بس کرتے ہیں۔

(معارف علی گڑھ فروری ۱۹۰۰ء)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امین احسن اصلاحی

حاجی رشید الدین انصاری

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر-اعظم گڑھ — یوپی — بھارت) سے یہ غم انگیز اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مدرسہ کے ناظم جناب حاجی رشید الدین صاحب انصاری ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۵۹ء کی صبح کو رحلت فرما گئے۔ حاجی صاحب مرحوم، استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ مولانا کے انتقال کے بعد انھی نے مدرسہ کی نظامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور پھر مدرسہ کی خدمت ہی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ اب اگرچہ کچھ سالوں سے ضعف و پیری کے سبب سے معذور و مجبور ہو گئے تھے، کسی عملی خدمت میں کوئی حصہ نہیں لے سکتے تھے، لیکن مدرسہ کے ساتھ ان کا قلبی و روحانی تعلق قائم تھا اور یہ تعلق بہت سی برکتوں کا باعث تھا۔ مجھے حاجی صاحب مرحوم کے ساتھ ۱۳/ ۱۴ سال مدرسہ کی خدمت کا موقع ملا ہے۔ اس پوری مدت کے ذاتی تجربات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ان کو نہایت شریف، نہایت کریم النفس، نہایت رقیق القلب، نہایت خدا ترس، نہایت محبت کرنے والا اور لوگوں کے کام آنے والا انسان پایا۔ وہ کسی کو ضرر پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کسی کی تکلیف اور پریشانی کا حال سنتے تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی کام میں مدد کا طالب ہوتا تو خواہ وہ کوئی چھوٹا آدمی ہو یا بڑا، فوراً اس کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے اور اس کا کام کر کے بہت خوش ہوتے۔ اپنے بڑے بھائی یعنی مولانا مرحوم سے ان کو محبت عشق کے درجہ تک تھی۔ مولانا مرحوم کو بھی ان سے بڑی محبت تھی۔ ان دونوں بھائیوں کی محبت جاننے والوں کے حلقہ میں ضرب المثل رہی ہے۔ مولانا کی زندگی میں یہ اپنی وسیع زمین داری کا انتظام دیکھتے اور مولانا مرحوم اپنے علمی و مذہبی کاموں میں مشغول رہتے۔ مولانا کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے اور رشید کے حال پر سعدی کی وہ حکایت صادق آتی ہے، جس میں انھوں نے دو بھائیوں کا حال لکھا ہے کہ 'دو برادر بودند۔ یکے علم

آموخت دیگرے مال اندوخت۔' مولانا مرحوم کے فیض صحبت سے قرآن مجید کی تلاوت سے بڑی گہری دلچسپی ہوگئی تھی۔ روزانہ صبح کو تلاوت بڑے اہتمام سے کرتے اور چونکہ عربی نہیں جانتے تھے اس وجہ سے بہت سے اردو انگریزی ترجمے سامنے رکھ کر قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے۔ غالباً ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں مجھ سے آخری ملاقات ہوئی تو چپکے سے میرے کان میں فرمایا کہ 'امین! چند رکعتیں تہجد کی بھی پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔' یہ سب مولانا مرحوم سے دلی محبت کا فیضان تھا۔

مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر) دلی ہمدردی کا مستحق ہے کہ یکے بعد دیگرے اس کے دو ستون گر گئے۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مولانا کے عزیز ترین اور قابل ترین شاگرد اور مدرسہ کے صدر مدرس مولانا اختر احسن صاحب مرحوم نے انتقال فرمایا۔ اور اب اکتوبر ۱۹۵۹ء میں مولانا کے عزیز ترین بھائی اور مدرسہ کے ناظم، جناب حاجی رشید الدین صاحب مرحوم نے رحلت فرمائی۔ یہ دونوں حادثے مدرسہ کے لیے بڑے ہی سخت ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو جنت نصیب کرے اور مدرسہ کو ان کے نعم البدل عطا فرمائے۔

میں اب کن لفظوں میں بتاؤں کہ ان دونوں ہی ہستیوں سے میرے ذاتی تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ دل کی بہت سی باتیں الفاظ میں ادا نہیں ہوسکتیں اور جو باتیں ادا نہ ہوسکے، اس کا راز نہفتہ ہی رہنا بہتر ہے۔ بس ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور اپنے لیے اس بات کی دعا کہ جو فرصت حیات میسر ہے، وہ رب کی رضا کے کاموں میں بسر کرنے کی توفیق حاصل ہو۔ (ماہنامہ میثاق لاہور، دسمبر ۱۹۵۹ء)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

شبلی نعمانی

خلافت فاروقی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عام الرّمادہ کہتے ہیں جس کو عرب میں لوگ
عہد خلافتِ عُمری کا وہ سال تھا
اُس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک میں
لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے
ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا
اعراب کی بسر حشرات زمیں پہ تھی
سب اُٹھ گیا جو فرقِ حرام و حلال تھا
تشویش سب سے بڑھ کے جناب عمر کو تھی
ہر دم اِسی فکر ، اِسی کا خیال تھا
تدبیر لاکھ کی تھی مگر رُک سکا نہ قحط
گو انتظامِ ملک میں اُن کو کمال تھا
معمول تھا جناب عمر کا کہ متصل
کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا

اِک دن کا واقعہ ہے کہ پہنچے جو دشت میں
کوسوں تلک زمین پہ خیموں کا جال تھا

بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں!
جن میں کوئی بڑا تھا ، کوئی خُرد سال تھا

دیکھا جو اُس کو یہ کہ پکاتی ہے کوئی چیز
جاتا رہا جو طبعِ حزیں پر ملال تھا

سمجھے کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی
کم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا

پوچھا خود اُس سے جا کے تو رونے لگی کہ آہ
کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا

بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر
میں کیا کہوں زباں سے جو اِن کا حال تھا

مجبور ہو کے اُن کے بہلنے کے واسطے
پانی چڑھا دیا ہے، یہ اُس کا اُبال تھا

ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ اب مطمئن رہو
کھانا یہ پک رہا ہے ، اسی کا خیال تھا

بے اختیار رونے لگے حضرت عمر
بولے کہ یہ مرے ہی کیے کا وبال تھا

جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے میری شامت عمل
از بس گناہ گار مرا بال بال تھا

بازار جائے لائے سب اسباب آب و نان
جو زخم قحط کا سبب اندمال تھا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

چولہے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ
چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا

بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اٹھے
ایک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا

تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبان شکر
یاں حضرت عمر کو وہی انفعال تھا

عہدہ عمر کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گزر رہا ہے یہ اُس کا وبال تھا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org